11-63

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

پندرھویں صدی ہجری

کے آغاز پر

صوبائی

سیرت کانفرنس

۱۴۰۱

محکمہ اوقاف پنجاب لاہور

مقالاتِ سیرت

محکمہ اوقاف حکومتِ پنجاب • لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالاتِ سیرت

صوبائی سیرت کانفرنس

۱۹-۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ

۲۶-۲۷ جنوری ۱۹۸۱ء

زیرِ اہتمام

محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ◉ لاہور

Marfat.com

جُملہ حقوق بحقِ محکمہ اوقاف پنجاب محفوظ ہیں

54547

ناشر : سیکرٹری محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ۔ لاہور
طبع اوّل : ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ
جنوری ۱۹۸۲ء
طابع : میاں محمد یعقوب مینجر حمایتِ اسلام پریس، ریلوے روڈ۔ لاہور

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ	انور زاہد سیکرٹری وچیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب، لاہور	
خطبۂ استقبالیہ	آفتاب احمد خان۔ سیکرٹری وچیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب۔ لاہور	
خطبۂ افتتاحیہ	جناب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان ہلال امتیاز (ملٹری)، ستارۂ بسالت وگورنر و مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پنجاب۔	
مقالات :		
سیرتِ طیبہ، ایک دائمی نمونۂ عمل	ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ	۱
عقیدۂ ختم نبوّت کی اہمیّت	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۱۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بحیثیت سیاسی مفکّر	ڈاکٹر بشیر احمد صدّیقی	۱۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بحیثیت شارع ومقنن	سیّد سیّاح الدین کاکاخیل	۲۳
سیرتِ رسولؐ کی روشنی میں غیر مسلموں سے رواداری	مولانا عبدالقادر آزاد	۳۵
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ایک عظیم انقلابی	ڈاکٹر خالد علوی	۴۷
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم بحیثیت سربراہِ مملکت	علاّمہ سیّد محمود احمد رضوی	۵۶
انسانی ارتقاء اور اسوۂ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء	صاحبزادہ سیّد فیض الحسن	۶۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بحیثیت مشفق ومہربان رفیق	حافظ نذر احمد	۶۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بحیثیت سربراہِ خاندان	پروفیسر محمد طاہر القادری	۷۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلّم بطور ایک طبیب	ڈاکٹر خالد غزنوی	۸۳
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی خارجہ پالیسی	علاّمہ رحمت اللہ ارشد	۹۱
مزدوروں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات	مولانا ابوالحسن قاسمی	۹۷

Marfat.com

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مُعلّم	مولانا علی اصغر عباسی	۱۰۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ سربراہ نظام قضا	مولانا جلیل الرحمٰن صدّیقی	۱۰۷
سیرت کی اہمیّت	الحاج مولانا سیّد چراغ الدّین شاہ	۱۱۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلاموں سے سلوک	مفتی غلام مُصطفٰے	۱۲۳
عورتوں کے حقوق، ارشاداتِ نبویؐ اور تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں۔	مولانا سیّد خلیل احمد قادری	۱۲۸
میزبانی اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا شبیہ الحسنین محمدی	۱۳۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سخی	مولانا ابو النصر منظور احمد	۱۳۹

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

ختم المرسل نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت طیّبہ اور حیاتِ پاک ہر مسلمان کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل ہے۔ آپ نے اُمّت کو صرف عبادات و عقائد ہی کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر ایک گوشے، ہر ایک شعبے کے متعلق حکیمانہ ہدایات ارشاد فرمائی ہیں، اور اپنے مثالی اعمال کے ذریعے ہمیں سیدھا، روشن اور بہترین راستہ بتایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام اقوامِ عالم اس عظیم ہستی کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کرلیں تو شر و فساد اور بے اطمینانی سے بھری ہُوئی دُنیا امن و امان اور اطمینان و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت مبارکہ پر جتنا لکھا گیا دُنیا کی کسی اور شخصیّت پر اتنا نہیں لکھّا گیا، لیکن سیرت طیّبہ ایک بحرِ زخّار ہے کہ اس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

گزشتہ سال ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ میں محکمۂ اوقاف پنجاب نے صُوبائی سیرت کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں مُلک کے نامور عُلماء، محققین اور دانشوروں کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ پیشِ نظر مجموعہ انہیں حضرات کے افکار و خیالات پر مشتمل ہے۔ اس مجلس میں پڑھے گئے مقالات میں سے مکمّل اور معیاری مقالات مطبوعہ شکل میں ہدیۂ قارئین ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسوۂ حسنہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائیں اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سچّے اور پکّے اُمتی بنائیں۔

جن دانشور حضرات نے اس سیرت کانفرنس میں شرکت فرمائی اور اپنے افکار سے عوام و خواص کو مستفید فرمایا، ان کے ہم صمیمِ قلب سے شکر گزار اور ممنون ہیں۔

انور زاہد
سیکرٹری / ناظم اعلےٰ اوقاف
حکومتِ پنجاب۔ لاہور

Marfat.com

آفتاب احمد خان سیکرٹری وچیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب لاہور

خطبہ استقبالیہ

عالی وقار عزت مآب جناب گورنر پنجاب

علماء کرام ، مشائخ عظام ، خواتین و حضرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

میرے لیے یہ سعادت باعث افتخار ہے کہ میں آپ تمام حضرات کو سرور دو عالم رحمۃللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اس مقدس دو روزہ صوبائی کانفرنس میں خوش آمدید کہہ رہا

Marfat.com

ہوں اور عزت مآب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان صاحب گورنر پنجاب کا میں بطور خاص ممنون ہوں کہ وہ اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود اس مبارک اجتماع کے افتتاح کے لیے تشریف لائے ۔

ربیع الاول کا مہینہ اسلامی تقویم میں اپنے تقدس و احترام کے باعث نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ اس مبارک ماہ میں عالمِ انسانیت پر خداوند قدوس نے اپنا احسانِ عظیم فرما کر اپنے حبیبِ لبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی زمین سے استحصال کو ختم کرنے اور خدا کی اس بستی کو امن و آشتی ، علم و ہنر ، رحمت و راحت کا گہوارہ بنانے کے لیے بھیجا ۔ جنہوں نے اپنی معجزانہ کوششوں سے انسانیت کو دوبارہ اس کا پُر عظمت مقام دلوایا ۔

جناب والا !

امسال پندرھویں صدی ہجری کا ابتدائی سال ہونے کی وجہ سے ربیع الاول کے مقدس مہینے کی اہمیت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے جب کہ پورے عالمِ اسلام میں پندرھویں صدی ہجری کے استقبال کی تقریبات منعقد ہو رہی ہیں ۔ جن میں پوری ملتِ اسلامیہ اپنی عملی زندگی کے لیے نئے سرے سے آغاز کرنے کا تجدیدِ عہد کر رہی ہے ۔

امت کی ترقی و تعمیر ، انسانیت کی سربلندی اور عظمت صرف اور صرف سرکارِ دو جہاں رحمۃللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے میں مضمر ہے ۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی ہدایت کے لیے خالقِ انسانیت کی طرف سے راہنما کتاب قرآن مجید لے کر دنیا میں تشریف لائے ۔

Marfat.com

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ :

آپ کی سیرت قرآن مجید ہے ۔ اس کی عملی شکل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے ۔ جس کو شرعی اصطلاح میں سنت کہا جاتا ہے ۔ قرآن و سنت کے اس مجموعے کا نام اسلام ہے ۔

پورے عالم اسلام میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص اسلام کی عطا کردہ عالمی اخوت کا احساس پھر سے تازہ ہو رہا ہے اسلامی قوانین کی تشکیل اور ان کا نفاذ عمل میں آ رہا ہے ۔

اگر

ایک طرف امت محمدیہ اپنی متاع گم گشتہ کی تلاش میں مصروف نظر آتی ہے تو دوسری طرف پوری انسانیت جو بے چینی اور کرب میں مبتلا ہے ، اپنے دکھوں کے مداوے کی تلاش میں سرگرداں ہے ۔

دنیا

بھر میں منعقد ہونے والی یہ سیرت کانفرنسیں انشاء اللہ انسانیت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی ۔

اس سال بحمد اللہ گورنر صاحب پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان کی ہدایت پر یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کی صبح سے ہی محکمہ اوقاف پنجاب نے صوبائی محفل قرأت منعقد کر کے پورے مہینے کی ان مقدس تقریبات کا آغاز کیا ۔

۱۲ ، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

کو چونکہ قومی سیرت کانفرنس کا اسلام آباد میں انعقاد ہونا تھا اس لیے :

Marfat.com

”صوبائی سیرت کانفرنس“

ان تاریخوں میں منعقد نہ ہو سکی اور ہمیں ان تاریخوں میں کانفرنس منعقد کرنی پڑی -

گورنر صاحب پنجاب کی ہدایت پر محکمہ اوقاف پنجاب پورے ماہ صوبہ بھر میں اہم مساجد میں جلسہ ہائے سیرت و میلاد منعقد کر رہا ہے -

جن میں جلیل القدر علماء و مشائخ اور دانشور حضرات مقالہجات پڑھیں گے ، تقاریر فرمائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے -

یہ کانفرنسیں اور اجتماعات انشاء اللہ ملک و ملت کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیں گی -

امسال اس کانفرنس کا موضوع ہے :

محسن انسانیت ﷺ

اور ـــــــــ دور حاضر

افتتاحی اجلاس کے علاوہ اس کانفرنس کے دو علمی اجلاس بھی اسی ہال میں منعقد ہوں گے -

مجھے امید ہے کہ :

تمام مقررین اس کانفرنس کے مقاصد کے پیش نظر اپنے مقالہ جات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بیان کرتے وقت ایسا مثبت انداز اور رویہ اختیار کریں گے کہ یہ کانفرنس قومی یک جہتی ملی یگانگت اور ملک میں نیکی اور پاکبازی میں اضافے کا سبب بنے -

Marfat.com

اہم مساجد میں چراغاں کا بندوبست کیا گیا ہے - اس کے علاوہ تمام بڑے بڑے شہروں میں میلاد جلوس نکالے جا رہے ہیں محافل قراءت و نعتیہ قوالی بھی مزارات پر منعقد کرائی جا رہی ہیں - ان تمام پروگراموں کا مقصد حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ امت کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی سعی بھی ہے - میں یقین دلاتا ہوں کہ محکمہ اوقاف انشاء اللہ العزیز آنے والے سالوں میں بہتر سے بہتر پروگرام ترتیب دینے کی کوشش جاری رکھے گا -

خواتین و حضرات !

میں صدرِ اجلاس جناب گورنر پنجاب کو افتتاحی تقریر کی دعوت دینے سے پہلے ایک بار پھر ان کا اور آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مقدس اجتماع میں شرکت فرما کر جہاں اپنے لیے سعادتِ دارین کا سامان پیدا کیا وہاں محکمہ اوقاف پنجاب سے جو مخلصانہ علمی و عملی تعاون فرمایا ، میں تہہ دل سے اس کا ممنون ہوں - یہاں میں ان تمام محکمہ جات خصوصاً محکمہ اطلاعات و محکمہ لوکل گورنمنٹ و لاہور میونسپل کارپوریشن کا بھی مشکور ہوں جن کے تعاون سے یہ اجلاس انتہائی کامیاب ہوا -

جناب گورنر پنجاب کے افتتاحی خطاب سے قبل میں صوبائی مقابلۂ حسنِ قراءت میں اول اور دوم آنے والے خوش نصیب قراء حضرات میں جناب گورنر پنجاب کے دستِ مبارک سے انعامات کی تقسیم کی درخواست کرتا ہوں - شکریہ

اسلام زندہ باد　　پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

جناب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان ہلال امتیاز (ملٹری)
ستارہ بسالت و گورنر و مارشل لا ایڈمنسٹریٹر۔ پنجاب

خطبہ افتتاحیہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

علمائے کرام اور معزز خواتین و حضرات !

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے آج صوبائی سیرت کانفرنس کا افتتاح کرنے کی سعادت بخشی ہے ۔

سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ کامل انسان تھے جن کی نظیر دیکھنے کو چشم فلک ہمیشہ ترستی رہے گی ۔

انسانیت کے عظیم محسن ، ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور روشنی کا مینار بن کر آئے ۔ آپ نے انسانیت کو مادی اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں اور عظمتوں سے روشناس کرایا ۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیش کیا جانے والا اللہ تعالیٰ کا پیغام بنی نوع انسان کے لیے اور آنے والے تمام وقتوں کے لیے تھا ۔ یہ ایک ابدی اور لافانی پیغام ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام صرف الفاظ کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ اپنے افعال ، اعمال اور کردار کے ذریعہ بھی لوگوں تک پہنچایا ۔ آپ قرآن

Marfat.com

کی مکمل تفسیر تھے ۔ آپ نے نہایت سادہ اور باوقار زندگی بسر کی ۔ آپ صداقت و دیانت ، انس و الفت ، عمل و انصاف ، پاکیزگی ، عفو و درگذر ، انتہائی صبر و تحمل اور بردباری کے پیکر تھے ۔

اسلام محض ایک جامد عقیدہ یا صرف چند رسومات کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسی متحرک قوت اور ایک ایسا مکمل جامع ضابطہ حیات ہے جو انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بھی محیط ہے ۔ اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جو حق و صداقت ، عدل و انصاف اور مساوات و اخوت کی بنیاد پر قائم ہو ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں کس خوبصورتی سے اسلام کی روح اور فلسفہ کو مختصر الفاظ میں سمو دیا ہے ۔ اپنے خطبہ کے دوران فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا کہ تم میں سے افضل ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تحمل اور میانہ روی کا سبق دیا ہے ہم اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگیوں میں انتہا پسندی سے احتراز کر کے ہی وہ حقیقی توازن اور اعتدال حاصل کر سکتے ہیں جو ایک باوقار اور پر سکون زندگی کا خاصہ ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود علم کا سمندر تھے ۔ انہوں نے جہالت کے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو علم کی فضیلت سے روشناس کیا ۔ آپ نے نہ صرف انسان کو غور و فکر کا سلیقہ دیا بلکہ اس کی بصیرت کو جلا دی اور اس میں اکتساب علم کی بے پناہ لگن بھی پیدا کی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پُر جوش اظہار عقیدت کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے یہ دیکھنا اور سوچنا بھی لازم ہے کہ ہم نے آنحضور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر اور ان کی تعلیمات پر کس حد تک عمل کیا ہے ۔ عشق رسولؐ اسوۂ حسنہ کی پیروی کیے بغیر ادھورا ، نامکمل اور ناتمام رہتا ہے ۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کے ناطہ سے کس حد تک اپنے تمام معاملات اور معمولات کو اسلامی شعائر کے سانچے میں ڈھال سکے ہیں ۔

اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں کہ ہم ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوں ۔ مجھے یقین ہے کہ اس سیرت کانفرنس میں جہاں حضورؐ النور کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ایمان افروز مقالے پڑھے جائیں گے ، وہاں یہ سیرت کانفرنس ہمارے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کا جذبہ اور لگن بھی پیدا کرے گی ۔

اسلام زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ

سیرتِ طیبہ ایک دائمی نمونۂ عمل

عمل ، انسان کے دین و عقیدہ کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ دین پر عمل کے مختلف درجات ہوتے ہیں جو دین پر ایمان لانے والوں کی روحانی ، اخلاقی ، دینی اور وجدانی مختلف کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کے پروفیسر ہیں ۔ آپ کے اعمال و افعال اور تقاریر اسی دین کا نتیجہ ۔ سوضوع زیر مطالعہ ــــ " سیرت طیبہ ایک دائمی عمل" پر بحث کرنے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس بات کا تجزیہ پیش کیا جائے کہ جس دین پر آپ عمل پیرا تھے وہ دائمی تھا یا وقتی ، دائمی ہونے کی صورت میں آپ کی سیرت کے دائمی نمونۂ عمل ہونے کو سمجھنا آسان ہو جائے گا ۔

دائمی دین کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کامل و مکمل ہو ، دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جو داخلی اور خارجی شہادتوں کے مطابق کامل و مکمل ہے ۔

" الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی"

" آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں ۔"

دائمی دین کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ تام و کامل ہو ، دین اسلام میں بدرجۂ اتم موجود ہے :

Marfat.com

" و تمت کلمت ربک صدقا و عدلا لامبدل لکلمتہ" ۲

اور تیرے رب کے کلمات سچائی اور انصاف سے تمام ہوئے اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں ۔

دائمی دین کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دین غیر متغیر اور غیر متبدل ہو ، اسلام اس شرط پر پورا اترتا ہے :

" لا تبدیل لکلمات اللہ "۳

"کلام الہی بدلتا نہیں ۔"

اسی بات کو اور تاکید کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا :

" لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ج ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا "۴

تم خدا کی سنت میں، ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم خدا کی سنت میں تغیر نہ پاؤ گے ۔"

چوتھی شرط یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے ترمیم و اضافہ کی گنجائش نہ ہو ۔ اسلام اس شرط کو کماحقہ' پورا کرتا ہے :

" لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۔"۵

"اس پر باطل کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے ۔ دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے "۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ دین محفوظ و مصون ہو ، مطالعہ تقابل مذاہب عالم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک محفوظ و مصون دین ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود ذات حق تعالیٰ نے لے رکھا ہے :

Marfat.com

" انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون "[۶]

"بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں "۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہو ، اس شرط کا بھی پوری طرح اطلاق اسلام ہی پر ہوتا ہے -

" ان الدین عند اللہ الاسلام "[۷]

" اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے "۔

اور یہ کہ

" و رضیت لکم الاسلام دینا "[۸]

"میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کر لیا "۔

اور یہ کہ

" و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الآخرۃ من الخسرین"[۹]

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا ۔"

ان حوالہ جات و قرآنی حقائق سے ثابت ہوا کہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جو کامل و مکمل ، تمام و کمال ، غیر متغیر و غیرمتبدل ، ترمیم و اضافہ سے مبّرا اور محفوظ اور مصون ہے اور جس دین میں یہ شرائط پائی جائیں — وہ دائمی ہوتا — اسی لیے آنحضرت صلعم کا دین دائمی ہے -

اب ہم اس بات کا تجزیہ پیش کرتے ہیں کہ ایک دائمی دین کے پیغمبر کی سیرت طیبہ کس طرح دائمی نمونہ عمل ہوتی ہے ، اس سلسلے میں سب سے بڑی سند خود اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جس نے اپنی لازوال کتاب ہدایت قرآن حکیم میں فرمایا ہے :

Marfat.com

" لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله و اليوم الآخر و ذكر الله كثيرا ۔"[۱۰]

"تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ، اس کے لیے جو اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو ۔"

۸

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو " اسوہ حسنة " قرار دیا گیا ہے ۔ اگرچہ " لکم " کے اولین مخاطب تو مومنین ہی ہیں ۔ مگر آیت کے آخری حصہ "لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر " سے ہر وہ شخص مراد ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو اور اللہ سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہو ۔ اس طرح " اسوة حسنة " کو دوام حاصل ہو گیا ۔ جب تک کائنات میں انسانیت کو بقا حاصل ہے اس وقت تک تمام بنی نوع انسان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا " اسوۃ حسنة " دائمی نمونۂ عمل قرار پائے گا ۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اس میں جو کچھ بیان ہوا وہ آخری وحی کے طور پر بیان ہوا ہے چونکہ اس میں تمام انبیاء و رسل میں آسے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل ہی کو " اسوہ حسنہ " قرار دیا گیا ہے ۔ اس لیے آپ کا "اسوہ حسنہ" اسی طرح کامل و مکمل ، تمام و کمال غیر متغیر و غیر متبدل اور محفوظ و مصون ہے جس طرح اللہ کا پیغام مکمل و محفوظ ہے :

" ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔"[۱۱]

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ۔"

اب ان دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھنے سے یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے ۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا :

Marfat.com

" لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة" تمہارے لیے اللہ کے رسول ؐ میں بہترین نمونہ ہے اور اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ سب سے آخری رسول ؐ اور خاتم النبیین ہیں - جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جس طرح آپ کی رسالت و نبوت دائمی ہے - اسی طرح آپ کا "اسوہ حسنۃ" دائمی اور لازوال ہے -

مفسرین ، محدثین ، مؤرخین اور اصحاب السیر نے حضرت عائشہؓ کی وہ روایات کثرت سے بیان کی ہے جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت طیبہ قرآن حکیم کا عملی نمونہ ہے ، حضرت سعید بن ھشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا :

" اخبرینی عن خلق رسول الله ، قالت الست تقرأ القرآن "قلت بلی قالت فانه کان خلق النبی علیه الصلوة والسلام -"[۱۲]

"مجھے خلق رسول اللہ کے متعلق بتائیے ، آپ نے فرمایا ،کیا تو قرآن نہیں پڑھتا ، میں نے کہا - ہاں (پڑھتا ہوں) آپ نے فرمایا وہی تو ہے خلق النبی علیہ الصلوۃ والسلام -"

حضرت سعید کہتے ہیں کہ میں نے ایک اور دفعہ ام المؤمنین حضرتؓ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا تو آپؓ نے جواب دیا :

" کان خلقه القرآن "[۱۳]

"آپ کا خلق تو قرآن ہے -"

خلق کیا ہے ؟ اس کے متعلق امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :

الخلق ملكة نفسانية يسهل على المتصف بها الاتيان بالافعال الجميلة واعلم أن الاتيان بالافعال الجميلة غير و سهولة الاتيان بها غير ، فالحالة التی باعتبارها تحصل تلك السهولة هی الخلق و يدخل فی حسن الخلق

Marfat.com

التحرز من الشح و البخل والغضب و التشديد فی المعاملات والتحبب الی الناس بالقول والفعل ، وترک التقاطع والهجران والتساهل فی العقود کالبیع وغیرہ والتسمح بما یلزم من حقوق من لہ نسب أو کان صهراً لہ وحصل لہ حق آخر ۔[۱۴]

خلق ایک ایسا باطنی ملکہ ہے ، جس کی وجہ سے صاحب خلق اعمال حسنہ بہ سہولت انجام دے سکتا ہے ، اور یہ عمل قابل غور ہے کہ اعمال حسنہ کو انجام دینا اور اعمال حسنہ کو بہ سہولت انجام دینا دو الگ الگ چیزیں ہیں اور سہولت کی کیفیت خلق ہی سے حاصل ہوتی ہے ۔ حسن خلق میں یہ امور شامل ہیں : لالچ ، بخل اور غضب سے نیز معاملات میں سختی کرنے سے پرہیز کرنا اور قول و فعل سے لوگوں میں محبت کا برتاؤ کرنا ، قطع رحمی اور ترک تعلق سے باز رہنا معاملات مثلاً بیع و شراء میں نرمی برتنا ، نسب یا رشتہ زوجیت کی بناء پر جو حقوق حاصل ہوں یا کوئی اور حق جو میسر ہو اس (کے تقاضا) میں تسامح برتنا ۔

سیرت طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق کے بلند ترین درجہ پر فائز تھے۔ عبادات الٰہی کا معاملہ ہو یا معاملات انسانی کا آپ ہر اعتبار سے ہر انسان سے آگے نظر آتے ہیں اور دائمی نمونہ عمل کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ تمام اعصار و امصار کے انسان ہر فعل اور عمل میں اس نمونہ عمل کو اپنے سے اعلیٰ اور برتر پائیں اور اس کی پیروی میں مسلسل اور غیر منقطع طور پر کوشاں رہیں جس قدر آگے بڑھیں وہ نمونہ عمل مزید آگے بڑھنے میں ان کی حوصلہ افزائی کرے ۔ قرآن حکیم نے اس عظیم حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

" و انک لعلی خلق عظیم ۔"

" آپ یقیناً خلق عظیم رکھتے ہیں ۔"[۱۵]

Marfat.com

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت کا مقصد ہی تکمیل اتمام حسن خلق ہے :

" بعثت لاتمم حسن الاخلاق ۔"[۱۶]

"میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنۃ کے دائمی ہونے کا دار و مدار اس بات پر بھی ہے کہ آپؐ نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کس جہد مسلسل سے کام لیا ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

" یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و إن لم تفعل فما بلغت رسلتہ و اللہ یعصمک من الناس "[۱۷]

"اے پیغمبر جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا سب لوگوں کو پہنچا دو ، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے اور اللہ تمہیں لوگوں سے بچائے رکھے گا ۔"

نبوت کے فرائض ادا کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کوششیں کیں اور اس کام کے لیے کتنی جد و جہد سے کام لیا ۔ اس کا اندازہ قرآن کی اس آیت سے بخوبی ہو جاتا ہے ۔

"فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً ۔"[۱۸]

"(اے پیغمبر) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے ۔"

عبادات میں سیرت طیبہ اس طرح دائمی نمونہ عمل کہ کوئی عابد آپ کے درجہ عبادت تک نہیں پہنچ سکتا ۔ جلیل القدر صحابی مغیرہ بن شعبہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت نماز بیان اس طرح کرتے ہیں :

Marfat.com

"قالا : صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ ، فقیل لہ : أتتکلف ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدّم من ذنبک وما تأخر ؟ قال : افلا اکون عبداً شکوراً ۔"۱۹

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے رہے ۔ حتٰی کہ آپؐ کے دونوں پاؤں متورم ہو گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا : آپ اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالٰی نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا : کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں ۔"

اسی طرح آپؐ کے روزہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ اتنے روزے رکھتے تھے کہ گمان ہوتا کہ شاید اب آپ کبھی افطار نہ کریں گے ۔"

حضرت عائشہؓ سے آنحضرت کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا :

"کان یصوم حتی نقول قدصام فلا یفطر ویفطر حتی نقول : قد افطر فلایصوم"۔۲۰

" آپؐ پے در پے اتنے روزے رکھتے تھے حتٰی کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے پھر آپ افطار فرماتے حتٰی کہ ہم کہتے کہ آپ روزہ نہیں رکھیں گے ۔"

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت کسی ثانوی ماخذ کی تائید کی محتاج نہیں ۔ مگر چونکہ مستشرقین نے صدیوں کے معاندانہ رویہ اپنا رکھا ہے اس لیے اگر ان میں سے معتدل اور متوازن لوگ حقیقت کا اظہار کریں تو ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

مائیکل ہارٹ ایک امریکی مستشرق ہے اس نے حال ہی میں ایک کتاب ۱۰۰ (سو) کے نام سے مرتب کی ہے ۔ جس میں اس نے آغاز نوع انسانی لے کر اب تک تمام انبیاء ، رسل ، فلاسفہ ، فاتحین ، سائنسدانوں و دیگر

Marfat.com

اولوالعزم و ممتاز ۱۰۰ عظیم انسانوں کا انتخاب کیا ہے اور پھر ان سو کو نوع انسانی کی خدمات کے پیش نظر ترجیحی بنیادوں پر ترتیب دیا ہے - اور ان تمام عظیم انسانوں میں سے حضور نبی اکرم محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست رکھا ہے - مائیکل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری نوع انسانی پر فضیلت دینے کے بہت سے دلائل پیش کیے ہیں - اختصار کے پیش نظر اس کے مقالے کی صرف ابتدائی چار سطریں پیش کی جاتی ہیں :

دنیا کے مؤثر ترین انسانوں کی فہرست میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب پر فضیلت دینے پر شاید کچھ قارئین کو حیرت ہوگی - اور شاید بعض کو اس پر اعتراض بھی ہو - مگر میرے نزدیک تاریخ عالم میں صرف آپ ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے انتہائی کامیاب انسان تھے -

My choice of Mohammad to lead the list of the World's most influential persons may surprise some readers and may be questionēd by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels.[21]

مباحث بالا سے ثابت ہوا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کامل و مکمل ، تمام و کمال اور محفوظ و مصون ہے اسی طرح آپ کا اسوۂ حسنہ کامل و مکمل ، تمام و کمال اور محفوظ و مصون ہے اور پوری انسانیت کے لیے دائمی نمونہ عمل ـــــ

۱- قرآن حکیم ۵ : ۳

۲- ایضاً ۶ : ۱۱۶

۳- ایضاً ۱۰ : ۶۴

۴- ایضاً ۳۵ : ۴۳

Marfat.com

٥- قرآن حکیم ٣١ : ٣٢
٦- ایضاً ١٥ : ٩
٧- ایضاً ٣ : ١٩
٨- ایضاً ٥ : ٣
٩- ایضاً ٣ : ٨٥
١٠- ایضاً ٣٣ : ٢١
١٠- ایضاً ٣٣ : ٣٠
١٢- التفسیر الکبیر ، للامام الفخر الرازی ، مطبوعہ طہران جلد ٣٠ ، صفحہ ٨١ -
١٣- ایضاً
١٤- ایضاً
١٥- قرآن حکیم ٦٨ : ٤
١٦- امام مالک ، الموطا ، باب حسن الخلق ٨
١٧- قرآن حکیم ٥ : ٦٧
١٨- ایضاً ١٨ : ٦
١٩- بخاری شریف تفسیر سورۃ فتح
٢٠- احمد بن حنبل ، مسند ١ ، ٢٣١ ، ٢٣١ ، ٣٢٦ -
21. Michael H. Hart, *The 100*, A & W Visual Library New York, 1978, P. 33.

Marfat.com

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیّت

عقیدہ ختم نبوت مات اسلامیہ کے بنیادی اور متفقہ عقائد کے ضمن میں آتا ہے ، قرن اول کے مومنین سابقین و اولین سے لے کر آج تک تمام زمانوں میں اس عقیدے کو کامل شرح صدر اور غیر مبہم انداز میں جزو ایمان اور حرز جان تسلیم کیا جاتا رہا ہے ، قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے علاوہ لگ بھگ سو احادیث نبوی ؐ سے صراحت یا دلالت کے ساتھ ختم نبوت یا دوسرے لفظوں میں شرع الٰہی و پیغام ربانی کی تکمیل و اتمام ثابت ہے۔ سادہ لفظوں میں عقیدہ ختم نبوت یہ ہے کہ شریعت اسلامی جو سادہ و روح اور افراط و تفریط کے درمیان توازن و اعتدال والا اللہ کا ابدی و سرمدی راہ ہدیت و صراط مستقیم ہے ، اپنی جگہ جامع وکامل ضابطہ حیات ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اس لیے آپ اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں آپ کی ذات والا صفات پر اللہ کا منشائے رسالت و نبوت مکمل ہو گیا ، اس مفہوم کی قطعی تائید ارشاد ربانی "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" سے اور صحیح مسلم میں اس ارشاد نبوی سے ہوتی ہے کہ "وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" گویا یہاں آپ ؐ نے خود ہی خاتم النبیین کے معنی و مفہوم کی وضاحت کر دی کہ جس کے بعد کوئی کسی قسم کا بھی نبی نہیں آنے والا ۔

عقیدہ ختم نبوت کی اس مختصر وضاحت کے بعد عرض کرنے کی بات یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کے عقیدہ ختم نبوت متعلق مسلم اہل و فکر علمائے حق کی

Marfat.com

متعدد تصانیف کی موجودگی میں کچھ لکھنا تحصیل حاصل کے ضمن میں متصور ہو سکتا ہے ، تاہم موقع کی مناسبت سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ختم نبوت پر اعتقاد رکھنا کیوں ضروری ہے اور اس عقیدے کی ملت اسلامیہ کے لیے اہمیت کیا ہے ، باتیں تو شاید نئی نہیں ہوں گی لیکن اپنے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر کم سے کم قند مکرر کا کام ضرور دیں گی ۔

قرآن کریم ایک معجزہ محمدی ؐ ہے جو تمام انبیاء کرام کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کے وثیقہ ربانی اور خدائی دستاویز کی حیثیت بھی رکھتا ہے ، اللہ کی اس کتاب کی رو سے کائنات کا خالق و مالک ایک ہی ہے جو وحدہ لا شریک ہے ۔ کائنات کی اس تخلیق میں ایک ہی حکمت خیر اللہ مقصود ہے ۔ اس وحدت مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ پیغام ربانی بھی ایک ہو اور جب پیغام و رسالت ایک ہی ہے تو دین اور ضابطہ زندگی بھی ایک ہی ہونا چاہیئے ، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

"شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ۔"

" اللہ نے تمہارے لیے دین کی وہی راہ متعین کی ہے جس کا نوح ؑ کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابراہیم ؑ اور موسی ؑ اور عیسی ؑ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ مت ڈالو ۔"

گویا از آدم ؑ تا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا دین اور بھیجا ہوا ضابطہ حیات ایک ہی تھا ، اس وحدت ادیان کا تقاضا یہ ہے کہ جو ادیان اللہ کی طرف سے انسانی ہدایت کے لیے عطا ہوئے ان کا مدعا و مقصود بھی ایک ہی ہو اور اصول و مبادی میں بھی مشابہت ہو ۔ چنانچہ تمام ادیان کی روح اور جوہر ایک ہی رہا اگرچہ نام مختلف ہوتے رہے کبھی یہودیت کبھی نصرانیت اور اب اسلام ۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرتے چلیں

Marfat.com

کہ وحدت ادیان یا روح و جوہر میں اتحاد کے باعث تمام ادیان سماویہ میں نہایت قریبی مشابہت پائی جاتی ہے جو ایک قدرتی بات ہے کیونکہ ان ادیان ربانیہ میں قریبی مشابہت موجود ہونا کسی حیرت یا اعتراض کا باعث نہیں ہونا چاہیئے بلکہ حیرت و اعتراض اگر ہو بھی تو صرف اس بات پر کہ ان میں تضاد یا تعارض پایا جائے جو محال ہے۔

شرائع سماویہ چونکہ اپنے جوہر اور روح کے اعتبار سے دین حق کے مختلف مظاہر تھے اس لیے اسلامی تعلیمات میں تمام انبیاء کرام کی نبوت و رسالت کی نہ صرف تصدیق لازم ٹھہری بلکہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری قرار پایا "ولکل قوم ھاد" (کہ ہر قوم کے لیے کوئی نہ کوئی ھادی برحق ہوا)۔ "وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" (کہ کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو)۔ "ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا" (کہ ہم نے ہر قوم میں ایک نہ ایک رسول ضرور بھیجا ہے)۔

وحدت دین اور وحدت رسالت کا تقاضا یہ بھی تھا کہ ہر پہلا نبی آنے والے نبی کی خوشخبری دیتا اور ہر آنے والا اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق بھی کرتا، یہ سلسلہ تصدیق و تبشیر ہر قوم اور ہر خطے میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرام میں قائم رہا لیکن کسی کا دائرہ عمل اپنی قوم اور خطے سے باہر یا وقت اور زمانے سے باہر نہ رہا۔ دوسرے لفظوں میں کسی نبی کو نبوت اور رسالت ربانی کی اجتماعی و عالمگیر تصدیق کا منصب نہیں سونپا گیا، یہ شرف صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا کہ جہاں آپ تمام نبوتوں کی تصدیق کے لیے تشریف لائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "والذی اوحینا الیک من الکتاب ھوالحق مصدقا لمابین یدیہ" (یعنی جو کتاب ہم نے تیری طرف وحی کی ہے وہ برحق ہے اور اپنے سے پہلے والی نبوتوں کی تصدیق کرنے والی ہے)۔ وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام انبیاء سے تصدیق نبوت محمدی کا اقرار بھی لیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

"واذ أخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ

Marfat.com

قال أ أقررتم و أخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين" (اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے جو کچھ تمہیں کتاب اور حکمت میں سے دیا ہے ۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی ۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کی ذمہ داری لیتے ہو انھوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں ۔ کہا تو گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں) ۔

گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "مصدق الرسل" بھی ہیں اور "مصدّق الرسل" بھی یعنی آپ نے تمام نبوتوں کی تصدیق بھی فرمائی اور تمام نبوتوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق و ایمان کا اقرار بھی کیا ہے اس لیے جس نبوت کی آپ تصدیق نہ فرمائیں۔ یا جو نبوت آپ کی نبوت کی تصدیق نہ کرے وہ نبوت جھوٹی ہے، تمام نبیوں کی طرح حضرت مسیح ابن مریم ؑ نے نبی احمد ﷺ کی بشارت دی اور حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت مسیح ؑ اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ کی بھی تقدیس و تصدیق فرمائی ہے مگر آپ ﷺ نے اپنے بعد آنے والی کسی نبوت کی خبر نہیں دی بلکہ اس کی صریحاً نفی فرمائی ہے اب جو شخص آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے گویا وہ معاذ اللہ اس نبی کی تکذیب کا مرتکب ہو رہا ہے جو تمام نبوتوں کے مصدّق بھی ہیں اور مصدّق بھی ، اور یوں اگر آپ کی ختم نبوت کے عقیدہ کی خلاف ورزی ہو تو اس سے تمام انبیاء کرام ؑ کی نبوتوں پر حرف آتا ہے ، العیاذ باللہ ! اس لیے عقیدہ ختم نبوت سے انحراف دراصل تمام انبیاء کرام کی تکذیب کے مترادف ہوا !

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا ، پھر شریعت اسلامیہ کے ازلی اور ابدی کمال کے متعلق ارشاد ربانی ہے: "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" (کہ آج

Marfat.com

میں نے شریعت محمدی کی شکل میں تمہارے دین حق کو مکمل کر دیا ہے ۔ تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور اسلام کو میں نے بحیثیت دین پسند کر لیا ہے)۔ اب جب ہم اس دین کے ماخذ یعنی کتاب و سنت پر نظر ڈالتے ہیں جسے اللہ نے دین کامل ، اپنی نعمت تمام اور اپنا پسند کردہ دین قرار دیا ہے تو ہمیں اس دین کے ماخذ میں کسی جگہ صراحت کیا اشارہ کے ذریعے بھی کسی نئی نبوت کے متعلق کچھ نہیں ملتا ، حالانکہ اس دین کا دعویٰ ہے کہ وہ مکمل ہے ۔ اللہ کی نعمت کاملہ اور پسندیدہ دین ہے ، اب اگر نئی نبوت کو مانتے ہیں تو کتاب اللہ کا یہ ارشاد معاذ اللہ غلط ٹھہرتا ہے کہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین کامل ہے حالانکہ اسی دین کامل میں نئی نبوت کا اعلان یا پیشن گوئی تو ہے نہیں جیسا کہ حضرت مسیح ؑ نے احمد مصطفیٰ ؐ کی آمد کی بشارت دی جو اسی کتاب اللہ میں موجود ہے ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اگر عقیدۂ ختم نبوت میں خلل آئے تو شریعت اسلامیہ کی بنیادیں ہل جاتی ہیں ، اس کے دینی ماخذ کامل نہیں ٹھہرتے ۔

گزشتہ قدیم زمانوں میں انسانیت کا شعور پختہ نہ تھا ۔ تمدن و ثقافت نے ترقی نہیں کی تھی ، لکھنے پڑھنے کے وسائل نہ تھے اور کسی بات کو محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا یہی وجہ ہے کہ لوگ بارہا پیغام حق کو بھول جاتے تھے یا مسخ کر دیتے تھے اس لیے نبوت کا تسلسل لازمی تھا اور یکے بعد دیگرے نبی مبعوث ہوتے رہے اور اللہ کے پیغام کو زندہ کرتے رہے مگر ظہور قدسی ایک ایسا مرحلہ تاریخ ہے جہاں سے انسانیت اندھیروں سے نکل کر روشنی میں اور جہالت سے نکل کر علم و ہنر کی دنیا میں گامزن ہوتی نظر آتی ہے ۔ نبوت محمد ؐ کا طلوع ایک ایسا اجالا ہے جس کے بعد تمام تاریکیاں چھٹتی چلی گئیں ۔ اس لیے آپ کا پیغام علم و تہذیب کی اس روشنی کے باعث حرف بحرف محفوظ ہے ؛ اس میں نہ تو کوئی تحریف ہو سکی اور نہ اس میں سے کچھ محو کیا جا سکا ، لہذا اس کامل و محفوظ شریعت کی موجودگی میں نئی نبوت محض عبث معلوم ہوتی ہے ، اور اللہ کی ذات سے تو یہ بات محال ہے کہ وہ معاذ اللہ اپنے بندوں کے

Marfat.com

ساتھ عبث و مذاق کرے 'تعال اللہ عنہ' اس لحاظ سے عقیدۂ ختم نبوت میں خلل دراصل اللہ حکیم و خبیر کی حکمت میں عبث و فضول تسلیم کرنے کے مترادف ہے !

رسالت مہدی علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم تاریخ انسانی کا سب سے بڑا انقلاب ہے ۔ بلکہ ایک ایسی زور دار انقلابی تحریک ہے جو اپنے توازن و اعتدال کے باعث ایک، دائمی و ابدی تحریک ہے ، نبوت مہدیؑ گویا شرائع سماویہ کا آفتاب عالمتاب ہے جس کی موجودگی میں کسی قسم کی نئی نبوت آفتاب کے سامنے چراغ جلانے کے مترادف ہے ۔ ظاہر ہے جو شخص آفتاب عالمتاب کی موجودگی میں چراغ جلاتا ہے وہ یا تو خود احمق ہے یا دنیا کو احمق سمجھتا ہے ! دونوں صورتوں میں کسی قسم کی نئی نبوت کا ظہور انسانی عقل و فراست کا تقاضا نہیں ہو سکتا ، اس نقطہ نظر سے اگر عقیدۂ ختم نبوت میں خلل آئے تو اس سے عقل و خرد پر بھی حرف آتا ہے نئی نبوت کو تسلیم کرنا عقل و دانش اور فہم و فراست کا تقاضا ہرگز نہیں ہے ۔ نبوت مہدیؑ کے آفتاب عالمتاب کی موجودگی میں کوئی چراغ بے نور و بے گل جلانے کی کوشش عبث و فضول ہے !

سب سے آخر میں یہ عرض کردوں کہ نبوت مہدی و ظہور قدسی سے قبل کی تاریخ میں لوگ خدائی کے دعوے کرتے رہے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوا تھا کہ کسی نے نبوت و رسالت کا دعوی بھی کیا ہو ، مگر نبوت مہدی کے کمال اور آفتاب عالمتاب کو دیکھ کر حاسدوں کے دل میں آتش حسد کے شعلے بھڑک اٹھے اور مختلف اوقات میں جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے ۔ خود عہد نبوت میں مسیلمہ بن حبیب حنفی نے نبوت کا دعوی کیا اور اس مقدس منصب کو محض وسیلہ اقتدار سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط میں شریک اقتدار ہونے کا دعوی کیا تھا ، آپ نے جو جواب دیا تھا وہ نہایت مختصر ، دلچسپ اور عبرت آموز ہے ! آپ نے لکھا تھا :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب ۔ سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض

Marfat.com

لله یورثها من یشاء من عباده و العاقبة للمتقین"

یہ ایسا موقع تھا کہ اگر کسی نئی نبوت کی گنجائش ہوتی تو آپ ؐ اس کی ضرور صراحت فرما دیتے بلکہ آپ ؐ نے صراحت فرمائی لیکن یہ صراحت ہر قسم کی نئی نبوت کی نفی کی صراحت تھی ، صحیح مسلم کی حدیث جس کا ایک حصہ شروع میں ذکر ہوا اس کا پورا متن یوں ہے :

"انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

(کہ میرے بعد تیس سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک کو نبی ہونے کا دعویٰ ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج تک جتنے جھوٹے مدعیان نبوت ہوئے ان میں سے اول تو کوئی کسی غیر مسلم قوم میں سے تھا ہی نہیں اگر تھا تو اسے کسی نے گھاس نہیں ڈالی اس کے برعکس تمام مدعیان نبوت جسد امت اسلامیہ میں سے ناسور بن کر نکلتے رہے ، امت نے انہیں ہمیشہ مسترد کیا اور کیفر کردار کو پہنچا دیا مگر زوال و انحطاط اور ضعف و ادبار کے زمانے میں استحصالی و استعماری قوتوں نے جن مدعیان نبوت کی سرپرستی کی اور انہیں تحفظ دینے کے علاوہ پنپنے کے وسائل بھی مہیا کیے تو امت بے بس ہو گئی ، اور یوں شجرۂ بے وطن سرزمین وطن میں ایک سازش کے طفیل جڑ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ، اس طرح گویا عقیدہ ختم نبوت میں خلل بیرونی سازشوں کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہوا، اور ان کذابین کا امت سے ہونا نبی صادق و امین کی عین پیشن گوئی کے بھی مطابق ہے -

خلاصۂ کلام یہ کہ عقیدۂ ختم نبوت میں خلل دراصل تمام نبوتوں کی تکذیب ، اسلام کے دعویٰ کمال کی تکذیب ، حکمت خداوندی میں عبث کا پہلو تسلیم کرنے ، عقل و خرد سے دور ہونے اور دشمنان اسلام کی سازشوں کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے -

Marfat.com

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سیاسی مفکر

صدر گرامی قدر و سامعین کرام ! مجھے اس مبارک ، روح پرور اور ایمان افروز تقریب سعید میں جس عنوان پر اپنے تاثرات پیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے : حضور (صلعم) بحیثیت سیاسی مفکر" وہ ہادیٔ برحق جس نے عقائد و افکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا ، وہ مصلح اعظم جس نے خستہ حال معاشرے کو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرے میں بدل دیا ، جس نے نظام معیشت کو صالح بنیادوں پر استوار کیا جس نے سیاست و قانون کو نفاق سے نکال کر اخلاق کی اعلیٰ و ارفع اساس عطا فرمائی وہ مفکر اعظم جس نے اذہان و قلوب کی دنیا بدل ڈالی ۔ وہ ہمہ پہلو عظیم شخصیت جو سربراہ مملکت بھی ہے ۔ سپہ سالار بھی ہے ۔ مقنن بھی ہے ۔ قاضی و منصف بھی ہے ۔ مدبر و منتظم بھی ہے ۔ وہ حامل خُلق عظیم جو دوسرے ادیان ، دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات و تعلقات کو اخلاق بنیادوں پر قائم کرنے کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ وہ شہنشاہ کونین کہ گدا سے سلطان تک اس کے در کے بھکاری ہیں وہ عظیم تاریخی شخصیت کہ چار ہزار برس کی معلوم تاریخ (Known History) میں کسی بھی شخص پر اس سے زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں وہ عدیم النظیر پُرعظمت شخصیت جس کی علمی ، فکری ، ذہنی اور روحانی تربیت کسی دنیوی دانشگاہ

Marfat.com

یا کائنات ارضی میں بسنے والے کسی معلّم کی مرہون منت نہیں بلکہ اس وسیع و بیکراں کائنات کے خالق و مالک نے اس کی ہمہ پہلو تربیت کا خود اہتمام فرمایا ۔ آج یہ ناچیز اپنی علمی بے بضاعتی کے کامل اعتراف کے ساتھ ، اس ہادی اعظم محسن انسانیت کی شخصیت کے صرف ایک پہلو کو بیان کرنے کی سعی ناتمام کر رہا ہے حضور (صلعم) بحیثیت سیاسی مفکر پر کچھ عرض کرنے سے قبل ایک عام غلط فہمی ، جو مغربی افکار کی بکثرت اشاعت اور ان سے مرعوبیت کے نتیجے میں پیدا ہو گئی ہے ، کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ لفظ سیاسی مفکر سے عام طور پر ایک ایسی شخصیت تصور میں ابھرتی ہے جس میں سیاست کا جوہر تو پورے کمال پر نظر آتا ہے لیکن اس کی زندگی کے دوسرے پہلو چنداں قابل ذکر نہیں ہوتے ۔ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض سیاسی مفکر کا نام ہرگز نہیں دے سکتے ۔ کیونکہ اولاً ایک سیاست دان کی عقل و بصیرت بیسیوں معاملات میں ٹھوکر کھا سکتی ہے لیکن انبیائے کرام کے 'معصوم عن الخطا' گروہ کو براہ راست ہدایت ربانی سے مستفیض و مستنیر کیا جاتا ہے (واللہ یعصمک من الناس) (انک باعیننا) (و ما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحٰی) کی قرآنی آیات اس پر شاہد عادل ہیں ۔ ثانیاً سیاست دان کے پیش نظر ذاتی، مفادات ہوتے ہیں یا بعض قومی ، مادی مفادات ہوتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس امر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ جس کے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تو اپنے آقا و مولا کے مشن کی تکمیل کے لیے اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئے ۔ وہ رحمۃ للعلمین جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہو جو فرزندان توحید کے لیے "عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم" کی نوید مسرت لے کر آیا ہو جو "بالمؤمنین رءوف رحیم" ہو ۔ وہ سوائے رضوان من اللہ اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے کچھ اور سوچ بھی نہیں سکتا ۔ زیادہ سے زیادہ ہم ان امور کا ذکر کر سکتے ہیں جنہیں دور حاضر میں سیاسی بصیرت کا نام دیا جا سکتا ہے ۔

ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ایک اچھے سیاستدان کا معیار کیا ہے ؟

Marfat.com

تاریخ کے آئینے میں اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اچھا سیاسی مفکر وہ ہو سکتا ہے جس کے تنظیمی اصول و ضوابط اس قدر عمدہ اور جس کی ریاست خارجہ اس قدر کامیاب ہو کہ وہ ایک عظیم ریاست کی تشکیل کرے اور ایک ایسی ریاست کی تشکیل کرے جو طویل عرصے تک مستحکم اور قائم رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کی اس وقت دو سپر پاورز۔ دو عظیم سلطنتیں موجود تھیں۔ حضور (صلعم) کسی سپر پاور کے سامنے نہیں جھکے اور نہ ہی کسی سپر پاور کے سامنے حصول تعاون کے لیے دست سوال دراز کیا۔ (بلکہ وہاں تبلیغی وفود بھجوائے) بلکہ اسلامی بلاک کو اس قدر مستحکم کیا کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد دونوں سپر پاورز اسلامی بلاک کے زیر نگین ہو گئیں۔ یہ حقیقت کس سے مخفی ہے کہ خود آپؐ کے دور میں سلطنت اسلامی کا رقبہ قریباً دس لاکھ مربع میل ہو گیا اور چند برسوں کے بعد ہی آپ کے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں سلطنت اسلامی کا رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل تک وسیع ہو گیا اور آج دنیا کے ایک ارب فرزندان توحید آپ حضور کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے "ورفعنالک ذکرک" کے ارشاد خداوندی کی عملی تفسیر ہیں۔

صدر گرامی! پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ رسول عربی (صلعم) نے وہ سیاسی اصول و ضوابط عالم انسانیت کو مرحمت فرمائے جن کی نظیر زمانہ قدیم یا عصر حاضر کی کوئی تہذیب یا کوئی قوم پیش نہ کر سکی۔ جہاں تک ان اصول و ضوابط کی کامیابی یا ان کے بہترین نتائج و ثمرات کا تعلق ہے تو آج آپ کی اس عظمت کا لوہا اغیار بھی مانتے ہیں اور مستشرقین جن کی آنکھوں میں اسلام کا گل شاداب کانٹے کی طرح چبھتا ہے وہ بھی مشاہیر عالم میں آپ کو سرفہرست رکھنے پر مجبور ہیں۔ ہم رسول عربی (صلعم) کی کامیابی کو جس نظر سے بھی دیکھیں مستشرقین اسے بہر کیف آپ کی سیاسی بصیرت کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں "محمد (صلعم)" کے آرٹیکل میں ان کا اعتراف موجود ہے کہ حضور (صلعم) کی کامیابی کا اصل راز ان کی سیاسی اور عسکری بصیرت تھی:

Marfat.com

". . . and with his eminent political gift late in Madina, we do of course find instances in the battle of Badr or the agreement of Hudaibiyya where his intellectual superiority is overwhelmingly evident."

صدر گرامی ! پابندی وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب صرف اشارات پر اکتفا کرتا ہوں - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے تو اس غلط فہمی کا ازالہ کیا - کہ دین اور سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں بقول حکیم الامت

ع جدا ہودیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضور (صلعم) نے سیاست کی زبان میں جو اعلیٰ اور عمدہ اصول عطا فرمائے ان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کیا - اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ فی الارض کے لیے ایک امانت قرار دیا - سیاسی امور کے فیصلوں کی بنیاد " امرھم شوری بینھم " کے اصول یعنی مشاورت پر رکھی - رائے کی آزادی بخشی - بنیادی حقوق انسانی کے تحفظ کی ضمانت دی - ذمی رعایا کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کا یقین دلایا - عدل و انصاف کا وہ اعلیٰ اصول دیا جو مسلم و غیر مسلم اور شاہ و گدا کے لیے مساوی ہو - عوام کوتعمیر و ترقی کے یکساں مواقع عطا فرمائے - اخوت اور حریت و مساوات کے اعلیٰ اصول کو اپنایا -

آخر میں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ کرنا بے حد ضروری سمجھتا ہوں - یہ غلط فہمی مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی پھیل گئی ہے کہ سیاست کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں - میں نے یہ بات مفروضے یا ذاتی تاثر کے طور پر نہیں کہی - چند برس پہلے نیو یارک سے طبع ہو کر آنے والی ایک کتاب کا عنوان ہی یہی ہے :

"Politics has no morals"

جس میں مغربی سیاست کے اخلاق سے بیگانہ ہونے کا رونا رویا گیا ہے -

Marfat.com

اس کے باب سوم کا عنوان ہے ۔

To hell with the country ; Let us win the elections.

باب ہشتم کا عنوان ہے ۔

Morals on the Shelf.

کتاب کا مصنف **Normal Beasley** لکھتا ہے کہ اس کی حکومت لوگوں کو بھوک اور فاقہ مستی سے بچانے کے لیے نئے ٹیکس لگانے کا جواز پیش کرتی ہے عوام بخوشی یہ بوجھ قبول کر لیتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ :

The tax laws were revised so the Administration could get more money to keep people from starving. Billions of dollars were collected, and spent for other purposes.

مصنف نے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی فریاد ان الفاظ میں بیان کی ہے :

You and I will lose what remains of our individual freedom unless, as a people, we are stronger, morally and spiritually.

آپ نے ملاحظہ فرمایا ۔ عصر حاضر کے متمدن ملک کے دانشور ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں رسول عربیﷺ نے ہمیں چودہ سو برس پہلے لا کھڑا کیا تھا ۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد حتی لایبقی من الصلوۃ شیء ۔

84547

Marfat.com

مولانا سید سباح الدین کاکاخیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت شارع و مقنن

الحمد للہ رب العالمین - والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین و علی الہ واصحابہ و ازواجہ و ذرداتہ اجمعین O اما بعد

حضرات علماء کرام ، اور معزز و محترم حاضرین مجلس سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

اس کائنات کی حقیقتوں میں سب سے بڑی اور سب سے اہم حقیقت وہ ہے جس کا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے دو جملوں میں ذکر کیا گیا ہے - پہلی حقیقت یہ ہے - کہ اس کائنات میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود برحق ، حاکم حقیقی . اور حقیقی قانون ساز نہیں اور کوئی دوسرا ان صفات الوھیت میں اللہ تعالی کے ساتھ شریک و سہیم نہیں - تکوینی حاکم بھی صرف وہی ہے اور تشریعی بھی صرف وہی - الا لہ الخلق و الامر O ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبد وا الا ایاہ - و لا یشرک فی حکمہ احداً O اور اس کے ساتھ ہی اس کلمہ طیبہ میں دوسری حقیقت یہ بتا دی گئی ہے - کہ اصطفاء و اجتباء کے بلند ترین مقام پر فائز ، مخلوقات میں سب سے افضل و اکمل ، رحمتہ للعالمین ، محسن اعظم - انسان کامل جناب محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وحدہ لا

Marfat.com

شریک حاکم حقیقی کی طرف سے اس کا پیغام بندوں تک پہنچانے والا ، اس کا مستند نمائندہ اور آخری رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا وند تعالیٰ کا رسول اور مستند نمائندہ ماننے کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو کچھ بھی اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرما رہے ہوں ۔ امر و نہی کے ذریعہ کچھ کاموں کے کرنے ، اور کچھ کاموں کے نہ کرنے کا حکم دے رہے ہوں ۔ وہ سب اپنی طرف سے اور اپنی کسی ذاتی خواہش کی بنا پر نہیں ۔ بلکہ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور اس حاکم حقیقی کا حکم و فرمان ہے ۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی o فاصدع بما تومر o یا ایّھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

پس اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی ، اور ہر مرحلہ پر وحی نازل کرکے اپنی رضا بتانے کی بنیاد پر آپ نے ۲۳ برس کی پیغمبرانہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پورا پورا پہنچایا ۔ اور ایمان و ایقان ، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی روشنی پھیلائی ۔ اور ایک صالح معاشرہ تیار کیا ۔ خداوند تعالیٰ سے بالکل کٹے ہوئے اور شرک و بت پرستی اور سرکشی و بغاوت میں مبتلا بندوں کو اس ضلال مبین سے ہٹا کر خدا پرستی اور صلاح و فلاح اور اطاعت و فرماں برداری کے راستے پر لگایا اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا ۔ آپ نے ارشاد خداوندی "یتلو علیھم آیاتہ و یزکّیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ" کے مطابق ایک طرف تو تعلیم و تربیت کے ذریعہ تزکیۂ نفوس کرکے معاشرہ کی اصلاح فرمائی ۔ اور فاسد عقائد و افکار ، بُرے اخلاق و اعمال سے اُس کو یکسر پاک کر دیا اور ایمان باللہ ، ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرۃ کو لوگوں کے قلوب میں اس قدر مضبوط و مستحکم کر دیا کہ اس کے بعد اُن کو جو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا قانون بتا دیا گیا ۔ انہوں نے اس حکم اور قانون کو خواہ طبعاً کیسا ناگوار اور عملاً مشکل ہو بلا چون و چرا ہر حالت میں

Marfat.com

قبول کر کے سر آنکھوں پر لگایا اور کھلے دل سے اس کی تعمیل کی ۔ اور دوسری طرف اس صالح معاشرہ کو صلاحیت وصالحیت پر باقی رکھنے کے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں حاکم حقیقی خداوند تعالیٰ کے قوانین و ضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ بتائے وہ قوانین کچھ تو اصول و کلیات کے طور پر کتاب الہی قرآن مجید کی آیات بینات میں ہیں اور کچھ مزید تفصیلات کے ساتھ مستند ذخیرہ احادیث نبوی میں محفوظ ہیں ۔ وہ سارے قوانین انتہائی حکیمانہ ، اور قانون سازی کی تاریخ میں اپنی افادیت ، معقولیت اور دور رس بہترین نتائج کے اعتبار سے بے نظیر و بے مثال ہیں ۔ اور جن کی آنکھوں پر تعصب کی پٹیاں بندھی ہوئی نہیں ۔ اور عصبیت جاہلیہ نے جن کے اِدراک و بصیرت کو مسخ نہیں کیا اور وہ حقائق کو رنگین عینکوں سے نہیں دیکھتے آج بھی اس بات کے ماننے پر مجبور ہو کر تسلیم کرتے ہیں ۔ کہ ایک بہترین معاشرہ قائم کرنے ، باقی رکھنے ، اور اطمینان و سکون کی زندگی گزارنے کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین و ضوابط سے بہتر اور نافع و مفید قوانین ممکن نہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے آپ نے بحیثیت شارع و مقنن جو قوانین پیش فرمائے ۔ اور جنہیں اپنے تیار کردہ معاشرے میں نافذ کیا اور اس کے بہترین ثمرات و نتائج سامنے آئے یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے ۔ اور اس پر مقالے کیا کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جاسکتی ہیں میں آج کی اس مجلس میں محدود وقت کے پیش نظر اس مختصر مقالہ میں اجمالی اشارات کے ساتھ انسانی زندگی کے چند شعبوں کے بارے آپ ؐ کے بیان فرمودہ چند قوانین کا ذکر کر سکتا ہوں ۔ اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ اگر آپ کی تعلیمات و ارشادات کی روشنی میں پہلے ایک ایسا معاشرہ تیار کیا جائے جو بنیادی طور پر ایمان باللہ ، ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرۃ پر صحیح معنوں میں قائم اسلامی معاشرہ ہو ۔ تو اس میں یہ قوانین نہایت کامیاب طریقہ سے بہ آسانی نافذ ہو سکتے ہیں اور یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں ۔ کہ اگر کسی معاشرہ میں ایمان و یقین کی یہ بنیادیں

Marfat.com

ہی نہ ہوں - خواہ وہ لوگ منافقت کے طور پر کچھ وقتی مصالح کی وجہ سے رسمی طور پر زبانی اقرار بھی کرتے ہوں - تو ایسا معاشرہ ان قوانین کی افادیت ، صلاحیت اور نتیجہ خیزی پر بھی یقین نہیں رکھے گا - اور جب بے یقینی کی یہ کیفیت ہو - تو عملاً پھر ان قوانین کی تنفیذ بھی نہیں ہو سکے گی - اور اگر رسمی طور پر محض دکھاوے یا منافقت کو چھپانے کے لیے تنفیذ ہو بھی جائے تو وہ کامیاب نہ ہوگی اور وہ معاشرہ ان قوانین کی خیر و برکت سے محروم ہی رہے گا اور یہی وہ بنیادی وجہ تھی - کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ برس تک زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے قانون سازی نہیں کی - نہ آیات احکام نازل ہوئیں نہ آپ نے اس نوعیت کے احکام بتلائے - بلکہ سارا زور اسی پر تھا ساری توجہ اس پر مبذول رہی ساری شب و روز کی محنت اس بات کے لیے تھی کہ تعلیم و تربیت سے ، وعظ و نصیحت سے ، دوسرے مؤثر ذریعوں سے خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا جائے - اور ایمان کی دعوت قبول کرنے والوں کے دلوں میں ان بنیادی حقیقتوں پر یقین کامل پیدا کرنے ، ان کے اخلاق سنوارنے ، اور اعمال صالح کے زیور سے آراستہ کرنے ، اور بُرے اخلاق اور برے اعمال سے قلبی نفرت پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کی جائے اور مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد جب ایسے ہی پختہ ایمانداروں کی جماعت یکجا ہوئی ، خدا رسول اور آخرت پر راسخ ، مضبوط و مستحکم ایمان والوں کا ایک گروہ منظم ہوا - جو ایمان بالرسول کا لازمی تقاضا اطاعتِ رسول کو سمجھتے تھے- اور جن کا یقین تھا کہ خدا اور رسول کے کسی قانون کی نافرمانی کا انجام دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ، ذلت و خواری اور جہنم کی آگ ہے - تو تب آپ نے زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق قوانین و ضوابط اُن کو بتائے - موقع بہ موقع عملاً نافذ کیے - اور اسلامی نظام کا ایک کامل و مکمل ، انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی معاش و معاد دونوں کی ضروریات کا کفیل اسلامی نظام کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا - اور اس دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف تب تشریف لے گئے جب کہ دین کی تکمیل ہوئی اور الیوم اکملت لکم دینکم و

Marfat.com

اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کی خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کو سنائی گئی ۔

اس وقت میں صرف وہ چند قوانین بطور مثال ذکر کر رہا ہوں جن کی ایسی قانونی حیثیت ہے کہ صاحب واقعہ ان کی خلاف ورزی کی صورت میں قاضی کے ہاں دعویٰ دائر کر سکتا ہے ۔ اور اسلامی حکومت کا مقررہ قاضی ان شرعی ضابطوں اور طریقہ کار کو ملحوظ رکھ کر ان ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس باہمی جھگڑے کا فیصلہ کر دے گا ۔ مثلاً مرد و عورت کے ازدواجی تعلقات کے سلسلہ میں بہت سی اخلاقی تعلیمات و ہدایات اور باہمی حسن سلوک اور حسن معاشرت کی تاکید کے ساتھ ساتھ بہت سے قانونی احکام بھی بیان فرمائے ہیں ۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا

لا تنکح الثیب حتی تستأمر و لا البکر حتی تستاذن و اذنها الصموت ۔

بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح تب کیا جائے جب اس سے پوچھ کر صریحاً اجازت حاصل کی جائے ۔ اور کنواری کا نکاح تب ہوگا جب کہ اس سے نکاح کرانے کی اجازت مانگی جائے اور اس کا خاموش رہنا درحقیقت اس کا اذنِ نکاح دینا ہے ۔

اس سے نکاح کا یہ قانون معلوم ہوا کہ کسی بالغہ کی صریحاً یا دلالۃً مرضی حاصل کیے بغیر اس کا نکاح منعقد نہیں ہوتا ۔ عورت کے لیے مہر اس کا ایک قانونی حق قرار دیا ۔ اور اگر بوقت نکاح مہر کی تعیین نہ بھی کی گئی ہو تب بھی مہر مثل ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے ۔ ہاں عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ کل یا بعض مہر معاف کر دے اگر رخصتی سے قبل کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آ جائے تب بھی مقرر کردہ مہر کا نصف حصہ عورت کا قانونی حق ہے اس کے معاف کر دینے کے بغیر ساقط نہیں ہوگا ۔ بیوی کا نفقہ مالی حالت کے مطابق اس کے شوہر پر ایک قانونی حق کے طور لازم کر دیا ۔ یہ بھی بتا دیا کہ کسی مرد کا نکاح کن عورتوں سے نہیں ہو

Marfat.com

سکتا ۔ قرآن مجید کی آیات بینات میں اُن کی پوری فہرست دی گئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کی بنیاد پر مزید یہ فرمایا ۔ کہ

"لا تنکح المرأة علی عمتها و علی خالتها" اور "لا یجمع بین المراة و عمتها ولا بین المراة وخالتها ۔"

کسی ایسی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا کہ پہلے اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ نکاح میں ہو ۔ یا فرمایا ۔ کہ کوئی عورت اور اس کی پھوپھی یا کوئی عورت اور اس کی خالہ یک وقت کسی کے نکاح میں اکٹھے نہیں ہو سکتیں ۔

رضاعت سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے ۔ قرآن مجید میں تو " و امھا تکم التی ارضعنکم" کا ذکر ہے جس کی بناء پر دودھ پلانے والی مرضعہ ماں قرار پا کر حرام ہو جاتی ہے لیکن اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلی قانون یہ ارشاد فرمایا ۔

"یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة" ۔ اور "الرضاعة لحمة کلحمة النسب" ۔

دودھ پلانے کے نتیجے وہ ساری حرمتیں آ جاتی ہیں، جو ولادت سے آیا کرتی ہیں ۔ اور فرمایا ۔ دودھ پلانے سے اس طرح باہمی رشتہ قائم ہو جاتا ہے جیسا کہ نسب سے ہوا کرتا ہے ۔

نیز ازدواجی معاملات کے سلسلہ میں ایلاء ، ظہار عدت ، طلاق رجعت ، نشوز ، مصالحت وغیرہ کے بہت سے احکام و قوانین آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ بتا دیے ۔

آپ نے پہلے تو اس کی تاکید کی کہ طلاق دینے میں جلد بازی ممنوع ہے اور طلاق کو ابغض المباحات قرار دیا ۔ لیکن بعض خاص حالات میں جب دونوں کی زندگی بھی خراب ہو رہی ہو ۔ اور شرعی حدود بھی قائم نہ رہ سکتے ہوں تو اس کو ایک مجبوری کی چیز قرار دے کر اجازت بھی

Marfat.com

دی تاکہ ایسی ضرورت کے موقع پر اس سے کام لے کر زوجین کی زندگی مستقبل میں خوشگوار ہو سکے ۔ اور پھر طلاق کے قانونی احکام بتائے ۔ کہ طلاق کب اور کیسے دی جائے ۔ ایک یا دو طلاقوں کے بعد رجوع کا حق تو رہتا ہے ۔ تین طلاقیں دی جائیں تو پھر رجوع کا حق بالکل نہیں رہتا ۔ تین سے زائد طلاقیں یا تین طلاقیں یکبارگی دینا ظلم و زیادتی ہے اللہ کی نافرمانی اور شیطان کی اطاعت ہے۔ اور بتایا کہ سونے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ نابالغ کی اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور "لا طلاق قبل النکاح" ارشاد فرما کر بتایا کہ اجنبیہ کو اگر طلاق کے الفاظ کہے جائیں تو وہ لغو ہیں ۔

اسی طرح آپ نے مالی معاملات اور آپس کے لین دین کے سلسلے میں حلال و حرام کی تمیز کرنے کی تاکید شدید کے ساتھ ساتھ قانونی ضابطے بھی بتا دیے جن کی بناء پر ایک قاضی بھی باہمی معاملات میں جائز ناجائز یا قانونی طور پر نافذ و غیر نافذ قرار دینے کا عدالتی فیصلہ کر سکتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ربوا یعنی ہر قسم کے سود کو نہایت ہی شدید ترین الفاظ میں ممنوع قرار دیا ہے ۔ جس سے سود کی قطعی حرمت ثابت ہوتی ہے تجارتی اور غیر تجارتی کی کوئی تقسیم نہیں آپ نے ربوا النسیئہ کی اس معروف و متداول صورت کے علاوہ سداً للذریعۃ ربوا الفضل کو بھی حرام اور ربوا میں داخل فرمایا ۔

الذھب بالذھب و الفضۃ بالفضۃ و الحنطۃ بالحنطۃ و الشعیر بالشعیر والتمر بالتمر و الملح بالملح مثلاً بمثل یداً بید و الفضل ربوا ۔

سونے کو سونے سے ، چاندی کو چاندی سے ، گندم کو گندم سے ، جو کو جو سے ، چھوہاروں کو چھوہاروں سے اور نمک کو نمک سے برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ بدلا کرو اور زیادتی کرو گے تو وہ سود ہوگا ۔

اور اس کے ساتھ ایک دوسرا قانون کلی بتا دیا ۔" کل قرض جر نفعاً فھو

Marfat.com

ربوا" - جو قرض بھی اپنے ساتھ نفع کھینچ لائے تو وہ سود ہے اور حرام ہے - اس کلی ضابطہ کے بعد کسی قرض دہندہ کو کسی بھی قرض دار سے قرضہ کی مقدار سے زائد کچھ بھی لینا حرام اور داخل ربوا ہے اور قرض دار اگر اصل رقم قرض دہندہ کو ادا کرے تو اس کو قانونی طور پر مزید کچھ مطالبے کا حق بالکل نہیں رہتا خواہ وہ یہ کہے کہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کچھ زیادہ دوں گا - اور سود کے سلسلہ میں تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا - "دعوا الربوا والریبة" یعنی قطعی اور یقینی ربوا تو کیا جہاں احتمال ربوا بھی ہو اس سے بچنا ضروری ہے -

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی طور یہ بھی سمجھا دیا- کہ قانونی طور پر کن اشیا کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے اور ان کی قیمت حلال ہے - اور کن اشیاء کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت حرام ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد گرامی ہے - کہ

"ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام ان اللہ اذا حرم شیئاً حرم ثمنہ ولعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عاصرھا و معتصرھا وشاربوا و حاملها و المحمولة الیہ -"

اللہ تعالیٰ نے شراب ، مردار ، خنزیر اور مجسموں کی فروخت حرام قرار دی ہے اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کے استعمال کو حرام کر دیتا ہے تو اس کے بدلے لی ہوئی قیمت بھی حرام کرتا ہے - اور آپ نے لعنت کی ہے شراب بنانے والے، بیچنے والے ، پینے والے ، اٹھا کر لے جانے والے اور جس کے لیے اٹھا کر لائی جائے ان سب پر -

خرید و فروخت کے سلسلہ میں یہ شرعی قانون بتایا کہ "لا تبع ما لیس عندک" کہ جو چیز تیرے پاس موجود نہیں اس کو فروخت مت کرو اور فرمایا کہ فروخت کرتے وقت اس کے ساتھ کوئی ایسی شرط نہ لگاؤ جس کا بیع و شراء کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو - آپ نے ہر قسم کے غرر یعنی دھوکہ سے روکا ہے- بیع و شراء کے سلسلہ میں کچھ قانونی کلیات بھی ارشاد فرمائے - جن کو سامنے رکھ کر حضرات ائمہ مجتہدین نے سینکڑوں

Marfat.com

واقعات کے فقہی احکام مرتب کیے - مثلاً آپ نے فرمایا "الخراج بالضمان" اوز فرمایا "الغنم بالغرم" اور فرمایا "ما کان من شرط لیس فی کتاب الله فهو باطل -" اور فرمایا -

"من ابتاع نخلاً بعد ان تؤبر فثمرتها للبائع الا ان یشترط المبتاع" -

"جس نے پھل لگنے کے بعد کھجور کا درخت فروخت کیا تو اس پر لگا ہوا پھل بیچنے والے کا حق ہے - ہاں اگر خریدار یہ کہہ دے کہ درخت پھل کے ساتھ خرید رہا ہوں تو پھر پھل اس کا ہوگا -"

بیع کی ایک قسم بیع سلم ہے اس کو جائز قرار دیا مگر اس کے ساتھ یہ ضروری بتلایا کہ

"من اسلف فی شیئی فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم -"

"جو شخص سلم کرنا چاہے - تو اسے یہ ضرور چاہیئے کہ ماپ اور تول بھی معلوم و متعین ہو اور میعادِ ادائیگی بھی معلوم ہو -"

کسی جائداد کی فروخت کے بعد اس جائداد میں شریک ، یا اس جائداد سے ذرائع استفادہ میں شریک یا پڑوسی کو شفعہ کر کے خریدار سے اسی قیمت پر لینے کا قانونی حق دیا - اور فرمایا -

"الشفعة فی مالم یقسم فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة -"

جو جائداد ابھی باہم تقسیم نہ ہوئی ہو تو اس میں شریک شخص کو شفعے کا حق ہے - جب تقسیم ہو گئی ہو اور راستے بھی الگ، الگ ہو گئے ہوں تو پھر سابقہ شراکت کی بنیاد پر شفعہ نہیں -

اور فرمایا - "الجارا حق بسقبه" "پڑوسی شفعہ کا حق دار ہے -" اگر کوئی شخص کسی کی کوئی چیز غصب کر دے تو اس کے بارے میں یہ

Marfat.com

قانون ذکر فرمایا علی الید ما اخذت جو کچھ غاصب نے لیا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مالک کو واپس کر دے ۔ اور ایک قانون یہ بھی بتایا کہ

"من وجد عین مالہ عند رجل فھو احق بہ و یتبع البیّع من باعہ ۔"

"جس نے اپنی مملوکہ چیز کسی کے ہاں موجود پا لی ۔ تو یہ مالک اس کے لینے کا حق دار ہے ۔ اگر جس شخص کے ہاں ہے اس نے کسی سے خرید لی ہے تو بیچنے والے کو تلاش کر کے اس سے اپنی قیمت واپس کراوے ۔"

فرمایا "مطل الغنی ظلم" ایک مالدار شخص اگر کسی حق دار کو اس کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کر رہا ہے اور نہیں دیتا تو یہ ظلم ہے اور فرمایا کہ "لیّ الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ" مال دار شخص کسی کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کر رہا ہے تو ایسے شخص کی عزت و آبرو کا خیال نہ رکھنا اور اس کو سزا دینا جائز ہے ۔ کسی کے مویشی کسی کا باغ یا کھیت چر کر نقصان پہونچائے تو اس کے بارے میں قانون یہ ذکر کیا ۔

ان علی اھل الحوائط حفظھا بالنھار و ان ما افسدت المواشی باللیل فھو ضامن علی اھلھا ۔

باغوں اور کھیتوں والوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ دن کو وہ رکھوالی کریں اور اگر رات کو مویشی گھس کر نقصان پہونچائے تو اُن کے مالکوں کو تاوان دینا ہوگا ۔

وصیت کے بارے میں آپ نے ایک تو یہ قانون بیان فرمیا ۔ کہ

"اوص بالثلث و الثلث کثیر" ۔ یعنی تہائی تک وصیت کرو ۔ مال کا تہائی حصہ بہت ہوتا ہے اور فرمایا "ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ

Marfat.com

فلاوصیۃ لوارث'' ''اللہ تعالیٰ نے میراث کے مسائل بیان فرما کر ہر حق دار کو میراث میں اس کا حصہ دے دیا ہے ۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں''۔ اگر کسی نے تہائی سے زائد مال کی وصیت کی یا کسی وارث کے لیے وصیت کی تو وہ باطل ہے قابل نفاذ نہیں ۔ ہاں اگر میت کے سارے وارث اجازت دیں تو پھر نافذ ہو سکتی ہے ۔ قرآن مجید میں چور کی سزا کا ذکر ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے آپ نے تفصیل کے ساتھ اس قانونی سزا کی تشریح فرمائی ۔ کہ دایاں ہاتھ کہنی تک کاٹا جائے ۔ اور فرمایا کہ "اقطعوہ ثم احسموہ" ہاتھ کاٹو پھر اس کو داغ دو تاکہ خون بند ہو جائے ۔ اور "لا قطع فی اقل من عشرۃ دراھم" ارشاد فرما کر قطع ید کے لیے نصاب بتا دیا ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ

"لا قطع فی ثمر معلق ولا فی حریسۃ الجبل فاذا آواہ المراح والجرین فالقطع فی ما بلغ ثمن المجن ۔"

"درخت پر لگا ہوا پھل چرایا جائے یا باہر جنگل میں پڑا ہوا تو ہاتھ کاٹنا نہیں ۔ ہاں جب کھلیان میں لا کر محفوظ کیا جائے اور اس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچے تو پھر ہاتھ کاٹا جائے ۔"

اور فرمایا کہ

"لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع ۔"

"خیانت کرنے والے ، مجلس میں لوٹنے والے ، اور سامنے سے اچک کر لے جانے والے کے لیے (اور سزائیں تو ہوں گی) ہاتھ کا کاٹنا نہیں ۔"
یہ سرقہ کی تعریف میں شامل نہیں ۔

اگر چوری ہوئی ہو اور ثابت ہوجائے مگر مال مسروقہ نصاب سے کم ہے تو اس کے بارے میں فرمایا ۔ "علیہ العقوبۃ و غرامۃ مثلیہ" اس کو تعزیراً کوئی سزا بھی دی جائے اور چوری کے مال سے دو چند تاوان ڈالا جائے ۔ قتل عمد ایک سنگین جرم ہے اس کے بارے میں قصاص کا حکم ہے اس سلسلہ میں آپ نے تصریح فرمائی "و یقتل الذکر بالانثی" عورت قتل ہوئی

Marfat.com

ہو اور قاتل مرد ہو - تو قصاص میں مرد کو قتل کیا جائے گا اور فرمایا "القاتل لا یرث" قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا کہ میراث میں اپنا حصہ لے - اور فرمایا کہ اگر مسلمان نے حربی کافر کو قتل کیا تو اس پر قصاص نہیں ہوگا اور اسی طرح لا یقاد الوالد بالولد بیٹے کے قتل کر دینے پر قاتل باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ آپ نے بتایا کہ قاتل نے خواہ جس طریقہ سے قتل کیا ہو اس سے قصاص جب لیا جائے گا تو صرف یہ کہ اسے قتل کیا جائے "لا قود الا بالسیف" آپ نے بتایا کہ ارتداد کی سزا قتل ہے "من بدل دینہ فاقتلوہ" قتل شبہ العمد اور قتل خطا میں دیت کا حکم ہے دیت کی مقدار بتا دی - کس سے لی جائے گی اور کس کو دی جائے گی یہ تمام تفصیلات آپ نے بتا دیں - آپ نے قانون شہادت کے سلسلہ میں بتایا کہ مالی معاملات کے اثبات کے لیے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں - حدود و قصاص کے لیے دو مردوں کا جو عادل ہوں گواہ ہونا ضروری ہے - اور حد سفاح کے لیے چار مردوں کا ہونا ضروری ہے جو مقبول الشہادۃ بھی ہوں - آپ نے فرمایا کہ فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں جب تک دوسرے قابل اعتماد ذرائع سے تحقیق نہ کر لی جائے بین الاقوامی قوانین کے سلسلہ میں بھی آپ نے پوری رہنمائی فرمائی - غیر مسلموں سے اسلامی ریاست کے معاہدے کیسے اور کس بنیاد پر ہوں دشمن معاہدے کے خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف کیا کارروائی کی جائے - اسیران جنگ کے بارے کیا احکام ہیں یہ تمام تفصیلات آپ نے بتا دیں - اور حالت جنگ میں دشمن کے املاک ، فصلوں ، اور باغات کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے اور کہاں تک حد جواز ہے اور فرمایا کہ جنگ کی حالت میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل مت کرو - الغرض آپ نے ہر شعبہ زندگی کے بارے میں واضح قوانین ارشاد فرمائے اور آپ نے امت کی پوری پوری رہنمائی فرمائی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمان پورے جذبہ محبت و اطاعت کے ساتھ ان کو معلوم کریں اور پاکستان کی اسلامی ریاست میں ان تمام قوانین کو نافذ کر کے ان کے برکات اور مفید نتائج سے بہرہ ور ہوں - اللہ تعالیٰ مملکت کے ذمہ دار با اختیار حضرات کو اس کی توفیق نصیب فرمائے - آمین یا رب العالمین

Marfat.com

مولانا عبدالقادر آزاد

سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں غیر مسلموں سے رواداری

اسلام انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری ضابطہ ہے ۔ اسلام نے انسانیت کو اللہ تعالیٰ کا تعارف رب العالمین کے نام سے کرایا اور نبی الانبیأ اور محسن انسانیت خاتم الانبیأ والرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف رحمۃ للعالمین کے نام سے کرایا اور قرآن مجید کا تعارف ذکرللعلمین سے کرایا ۔ ایک دوسرے مقام پر غریبوں کے ماویٰ و ملجأ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا :

"وما ارسلنک الا کافۃ للناس"

یعنی آپ کو تمام انسانی مسائل کے حل کے لیے ربانی نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ۔ قرآن مجید نے بھی ایک مقام پر فرمایا ۔ "یا یھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاہ" اے انسانو ! میں اللہ کی طرف سے تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔ ایک مقام پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "بعثت الی کافۃ الناس الاحمر و الاسود" ۔ "یعنی میری بعثت تمام کالوں اور سرخ اقوام کے لیے ہوئی ہے" ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید پوری انسانیت کو ایک ہی خانوادے کا فرد گردانتا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے :

"یا یھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء" ۔
(سورۃ النساء)

Marfat.com

"اے لوگو ! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک ہی جان سے اور پیدا کیا اس سے جوڑا اس کا اور پیدا کیے ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں ۔"

نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انسانی برادری کی یوں تشریح فرمائی ۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الیہ انفعھم لعیالہ (البزاز)

"ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ فائدہ پہنچائے ۔"

ایک مقام پر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اسلام کا دستور یوں بیان فرمایا :

و اعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ۔"
(الحج : ۷۷)

"اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلائی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ ۔"

فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"خیرالناس من ینفع الناس ۔" یعنی "انسانوں میں بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے ۔"

مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کا خلاصہ صرف تین عہد ہیں ۔ اگر کوئی شخص ان باتوں کو اپنا عقیدہ و ایمان بنا لے تو وہ مسلمان ہے :

۱ ۔ اللہ کو اس کی عبادت کر کے راضی کرنا ۔

۲ ۔ مقصود کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اطاعت کر کے راضی کرنا ۔

Marfat.com

۳ ۔ مخلوق خدا کو اس کی خدمت کر کے راضی کرنا ۔

اسلام اپنے ماننے والوں اور بیگانوں سب سے عدل و انصاف کی یوں تعلیم دیتا ہے :

یایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلو ھو اقرب للتقوی واتقو اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ۔ (سورہ المائدہ ۔ آیت ۵۸)

اے ایمان والو ! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہر گز نہ چھوڑو انصاف کرو اور یہی بات تقوی کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ تعالٰی اس سے خبردار ہے ۔

محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم ذمیوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا :

الامن ظلم معاھدا اوانتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ واخذ منہ شیئاً بغیر طیب نفس فانا حجتہ یوم القیامۃ (ابوداود)

''سنو جو کسی (غیر مسلم) ذمی پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دے گا یا اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے روز اس غیر مسلم ذمی کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں مستغیث بنوں گا ۔ اور ایک مقام پر فرمایا جس کے خلاف میں گواہی دوں گا اسے اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے برتاؤ

پیغمبر دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے مدینہ کے مسلمان اور

Marfat.com

یہودی باشندوں کے درمیان ایک معاہدہ کروایا کہ یہودیوں کے عقائد کا احترام کیا جائے گا ۔ ان کو ہر قسم کی ایذاء سے بچایا جائے گا اور یہ کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر اگر کسی طرف سے کوئی حملہ ہو تو یہودی مسلمانوں کی اعانت کریں گے ۔ جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑوس کے ساتھ برتاؤ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا تمیز مذہب و دین اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ۔ ان کو تحائف بھیجتے اور ان کے تحائف خود قبول فرماتے ۔ غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود میزبانی فرماتے ۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپؐ کی خدمت میں حبشہ کے مسیحی بھائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا "یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذات خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کروں ۔"

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا ۔ آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شامل عیسائیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں ۔ چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب نماز پڑھتے اور دوسری جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نماز پڑھتے تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات پر چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آپؐ کے زمانہ سے لے کر ہر اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو حقوق کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ برابری حاصل رہی ہے اور بعض مقامات پر تو برابری سے بھی زیادہ شفقت و برتری غیر مسلم اقلیتوں کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے اس دین سے حاصل رہی ۔ مجھے اسلام کے متعلق بمبئی کے ایک نو مسلم کا یہ جملہ بہت پسند ہے کہ اسلام تو جگت سدھار ایک تحریک کا نام ہے جو دنیا کو امن و آشتی اور اخوت و محبت جیسی نعمتیں بخشتا ہے ۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں جب ہم ان غیر مسلموں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ دیکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے تو ہمیں خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ ایک جنگ میں آپ ؐ کا حلیف ایک یہودی جب مرنے لگا تو اس کے لوگوں نے پوچھا کہ تیری بڑی جائداد ہے اس کا وارث کون ہوگا؟ تو اس یہودی نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جائداد کے وارث ہوں گے۔ یہ تو ایک غیر مسلم کا اعتراف تھا۔ آپ ؐ کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو برتاؤ رہا وہ بھی تاریخ کا مثالی کردار ہے۔ مشرکین مکہ و طائف نے آپ ؐ پر بے شمار مظالم ڈھائے لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ؐ کے ایک انصاری کمانڈر نے کہا کہ "الیوم یوم الملحمۃ" آج لڑائی کا دن ہے۔ یعنی آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا تو آپ ؐ ناراض ہو گئے اور اس انصاری صحابی سے جھنڈا چھین کر ان کے بیٹے کے سپرد کر دیا اور فرمایا الیوم یوم الرحمۃ آج لڑائی کا نہیں بلکہ آج رحمت کے عام کرنے اور معاف کر دینے کا دن ہے۔ پھر آپ ؐ نے خود اپنے مخالفین سے پوچھا کہ بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا تو انہوں نے کہا کہ جیسے یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے خطا کار بھائیوں کے ساتھ برتاؤ کیا تھا۔ آپ ؐ سے بھی وہی توقع ہے۔ اس جواب پر آپ ؐ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا جو یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائیوں کے لیے فرمایا تھا: "لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم طلقاء" یعنی تم سے آج کوئی پوچھ گچھ نہیں تم سب آزاد ہو۔ حضور ؐ کا بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ آپ ؐ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں آج داخل ہوا وہ امن میں ہے۔ اللہ نے حضور ؐ کی یہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ جو بھی اس دن ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امان بھی مل گئی اور دولت ایمان سے بھی نوازا گیا۔ ابوسفیان بھی اب پہلے والے ابوسفیان نہیں تھے بلکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے میں سب سے زیادہ دو اشخاص کا دخل تھا وہ تھے ابولہب کے بیٹے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک پر طمانچے مارے تھے اور بے حرمتی کی تھی۔ فتح

Marfat.com

مکہ کے روز یہ دونوں گستاخ کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے جا چھپے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو خود کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے سے نکالا اور معاف کر دیا۔

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ ملک سے جان کے خوف کی وجہ سے بھاگ رہا تھا۔ آپؐ کے اس عفو و کرم کو دیکھ کر عکرمہ کی بیوی مکہ سے جدہ دوڑی اور خاوند کو جہاز پر سے اتار کر لائی کہ چلو ہر دشمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرما رہے ہیں۔ عکرمہ آ گیا اور معافی مل گئی۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا سیدالشہداء حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور حضرت حضرت حمزہؓ کی لاش کی بے حرمتی کرنے والی عورت ہندہ کو بھی معاف کر دیا اور دائرۂ اسلام میں داخل بھی فرما لیا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ "لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ"۔ یعنی اے مسلمانو! تم مشرکوں کے معبودوں کو گالیاں نہ دو خدا کو چھوڑ کر جنھیں وہ پکارتے ہیں۔ یہ تو غیر مسلموں کے لیے اخلاق تعلیم تھی۔ اہل کتاب کے انبیاء کے احترام کے لیے ضابطہ بنا دیا کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام انبیاء پر یقین اور ایمان نہ لائے۔

ان اسلامی تعلیمات پر عمل کی یہ حالت تھی کہ جب صوبہ حمص سے اسلامی افواج صوبہ کا انتظام چھوڑ کر دوسرے مقام پر جانے لگیں اور صوبہ کے عوام کے خراج کے پیسے غیر مسلموں کو واپس کرنے لگیں تو حمص کے عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر غیر مسلم افواج کے کمانڈر حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراحؓ کے پاس مشترکہ طور وفد بھیج کر درخواست کی کہ خدارا آپ ہمیں امن و آشتی والی اسلامی حکومت سے محروم نہ کریں ہم نے جو امن آپ کے زیر سایہ پایا وہ ہمیں اپنوں سے بھی نصیب نہیں ہوا۔

اسلام کی تاریخ میں ذمیوں کے حقوق

انسانی تاریخ میں جنگ اور اخلاق دونوں کبھی اکٹھے جمع نہیں ہوئے لیکن اسلام نے زمانۂ جنگ میں بھی مسلمان مجاہدین کو اسلامی

Marfat.com

اخلاق کا پابند بنایا ۔ یہ محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت پاک کا تابناک ورق ہے کہ آپؐ نے زمانہ جنگ میں دشمنوں کے ہسپتالوں ، عبادت گاہوں ، دشمنوں کے بوڑھے افراد ، بچوں ، عورتوں ، مذہبی راہنماؤں اور سوشل ورکروں کو ضروری تحفظ فراہم کیا اور فتح کی خوشی میں انسانی جانوں کی ہولی کھیلنا حرام قرار دے دیا ۔ فتح کے بعد ان غیر مسلم اقوام جو اپنی حفاظت کا خصوصی ٹیکس (جزیہ) ادا کر کے مسلمانوں کی سٹیٹ کے باشندے بن کر رہنا چاہیں ۔ ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے علاوہ اسلام نے ذمّی رعایا کی بنیادی ضروریات کا بھی اسلامی حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے ۔ چنانچہ حیرہ کے باشندوں کو جو پروانہ امان دیا گیا اس کا ایک حصہ ہے ۔ جو ذمی بوڑھا ہو جائے اور کام نہ کر سکے یا کوئی ناگہانی آفت اسے ناکارہ بنا دے یا پہلے دولت مند ہو ، بعد میں کسی حادثہ کی وجہ سے غریب ہو جائے تو ایسے آفت رسیدہ لوگوں سے نہ صرف یہ کہ حکومت کوئی ٹیکس وصول نہیں کرے گی بلکہ ان کو اور ان کے اہل و عیال کو سرکاری خزانہ سے گزارہ الاؤنس بھی مہیا کیا جائے گا ۔ (کتاب الخراج صفحہ ۸۵ مطبوعہ مصر)

اسی طرح اصول بنا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی غریب ذمی دشمن کے قبضہ میں آ جائے اور اس کی رہائی فدیہ پر منحصر ہو تو اس کا فدیہ مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کیا جائے گا ۔ (کتاب الاموال لأبی عبید)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا ۔ حضورؐ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا :

"انا احق من اوفی بذمتہ" "یعنی ذمیوں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے"

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۶)

تاریخ اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی متعدد عملی مثالیں ہمیں اسلام کی تاریخ میں ملتی ہیں ۔ ایک دفعہ خلیفۃ المسلمین حضرت

Marfat.com

عمرؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو بڑی خستہ حالت میں دیکھا ۔ آپؓ نے فرمایا : خدا کی قسم یہ انصاف کا تقاضا نہیں کہ ہم اس کی جوانی میں تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے بڑھاپے میں اس طرح رسوا ہونے دیں ۔ چنانچہ آپ نے حکم صادر فرمایا کہ اس بوڑھے کو زندگی بھر اس کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ دیا جائے ۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ملک کے گورنروں کو لکھا کہ وہ غیر مسلم رعایا کے مستحق اور غریب افراد کو بیت المال سے پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ تنخواہیں دیں ۔ اسی طرح غیر مسلموں کو وظائف دینے کی کئی اور مثالیں بھی تاریخ اسلام میں موجود ہیں ۔ (ازالۃ الخفاء)

ایک دفعہ حضرت عمروؓ بن عاص (والیٔ مصر) کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق مارا ۔ خلیفۂ وقت امیرالمومنین حضرت عمرؓ کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی تو انہوں نے سر عام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے مار کا بدلہ دلوایا اور ساتھ ہی فرمایا "متی تعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احراراً " یعنی کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے ۔ حالانکہ وہ آزاد پیدا ہوئے ہیں ۔
(احکام القرآن لجصاص جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا ۔ پورا ثبوت موجود تھا اس لیے حضرت علیؓ نے اس مسلمان کو قصاص میں قتل کیے جانے کا حکم دیا ۔ قاتل کے ورثا نے مقتول کے بھائی کو معاوضہ دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا ۔ حضرت علیؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اسے فرمایا "شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر تجھ سے یہ کہلوایا ہو" اس نے کہا نہیں بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لیے کسی حد تک کفایت کرے گی ۔ اس لیے خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے میں معاف دے رہا ہوں ۔ اس پر حضرت علیؓ

Marfat.com

نے فرمایا : اچھا تمہاری مرضی تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو لیکن بہرحال ہماری حکومت کا اصول یہی ہے کہ " من کان لہ ذمتنا دمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا "۔ یعنی جو ہماری ذمی رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہے اور اس کی دیت ہماری دیت ہی کی طرح ہے -
(نصب الرایۃ جلد ۴ صفحہ ۳۳۷)

اسلام کی تابناک روایات میں ایک عظیم واقعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دائر کردہ وہ عظیم مقدمہ ہے جس میں آپ نے اپنی زرہ کو یہودی سے ادائیگی قرض کے بعد واپس لینے کا مطالبہ فرمایا تو یہودی نے زرہ پر حضرت علیؓ کی ملکیت کا سرے سے ہی انکار کر دیا ۔ کوفہ کی اسلامی عدالت کے سربراہ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے ان کے دعویٰ کے ثبوت پر گواہ طلب کیے تو حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو بطور گواہ پیش کیا ۔ قاضی شریح نے اپنی رائے کے مطابق حضرت علیؓ (مدعی) کے قریبی تعلقداروں کی گواہی قابل قبول نہیں سمجھی اور حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کر دیا اور زرہ حسب سابق یہودی ہی کے پاس رہی - حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو بطیب خاطر قبول کر لیا ۔ جب حضرت علیؓ عدالت سے باہر نکلے تو یہودی دوڑ کر آپ کے سامنے آیا اور زرہ آپ کو واپس کر دی اور کہا کہ میں امیرالمومنین کے عالی اخلاق ، اسلام کے بے نظیر انصاف سے بے حد متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہا ہوں -

اسی قسم کا ایک مقدمہ حضرت عمرو بن عاصؓ گورنر مصر کے ہاں عیسائیوں کی طرف سے دائر ہوا کہ ایک مسلمان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کی تصویر میں تیر مارا اور تصویر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھ اڑ گئی ۔ اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر فراہم کی جائے تا کہ ہم اس میں تیر مار کر اپنا بدلہ لے سکیں حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ اس مسلمان نے غلطی کی اب تم بھی ایک غلط بات کا مطالبہ کر رہے ہو ۔ اسلام میں تصویر بنانا جائز نہیں لیکن چونکہ تمہیں انتہائی صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی کے لیے میں تمہیں

Marfat.com

اپنا خنجر پیش کرتا ہوں تم اس سے میری آنکھ نکال کر اپنے کلیجوں کو ٹھنڈا کر لو ۔ مسیحی وفد نے مسلمان گورنر کے اس پر عظمت انداز سے متاثر ہو کر اپنا مقدمہ واپس لے لیا اور اسلام قبول کر لیا ۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے عادل اور نیک دل حکمرانوں میں سے شیر شاہ سوری کا ایک واقعہ یہاں ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی عدالت انصاف میں ایک ہندو نے شیر شاہ سوری کے شہزادے پر مقدمہ دائر کیا کہ یہ شہزادہ اپنے ہاتھی پر سواری کرتے ہوئے میرے بیٹے کے گھر کی جانب سے گذر رہا تھا جبکہ میرے بیٹے کی بیوی اپنے آنگن میں غسل کر رہی تھی ۔ شہزادے نے میری اس برہنہ بہو پر پان کی پیک تھوک دی جس سے مجھے اور میرے بیٹے کو بہت صدمہ ہوا ۔ میں اسلام کے نظام عدل کو دہائی دیتے ہوئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بدلہ دلایا جائے ۔ اس پر شیر شاہ سوری نے تحقیق کرائی ۔ واقعہ ثابت ہوا تو اس مسلمان حکمران نے حکم صادر فرمایا کہ اسی مکان میں شہزادے کی بیوی کو اسی حالت میں بٹھایا جائے جیسے ہندو کی بہو بیٹھی اور اسی ہاتھی پر ہندو کے لڑکے کو سوار کیا جائے اور وہ اسی طرح بادشاہ کی بہو پر پان کی پیک تھوکے تا کہ اسلام کا تقاضائے عدل پورا ہو جائے ۔ اس عادلانہ فیصلے کو سن کر مدعی ہندو نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا اور خود بھی مسلمان ہو ااور دیگر بے شمار ہندوؤں کے مسلمان کرنے کا سبب بنا ۔

یہ واقعات تو مسلمان حکومتوں سے متعلق تھے ۔ اب ذرا غیر مسلموں کی حکومتوں میں مسلمانوں کا غیر مسلموں سے عادلانہ برتاؤ سمجھنے کے لیے ایک واقعے کا ذکر کرتا ہوں ۔ کاندھلہ میں ایک قطعہ زمین کی ملکیت پر مسلمانوں اور سکھوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور مقدمہ ہائی کورٹ تک پہنچا ۔ جج انگریز تھا جس نے فریقین سے واضح ثبوت پیش کرنے کے لیے ثقہ گواہ طلب کیے تا کہ فیصلہ صادر کیا جا سکے ۔ سکھوں نے اس مسئلہ میں گواہی کے لیے ایک مسلمان عالم اور بزرگ شخصیت مولانا مظفر حسین کاندھلوی کا نام پیش کیا ۔ مسلمانوں نے بھی اسے بخوشی تسلیم کیا ۔ جج نے جب مولانا موصوف کو گواہی کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے

Marfat.com

انگریز قوم کی ہندوستان میں ظالمانہ روش سے متنفر ہو کر قسم کھائی ہے کہ کسی انگریز کا منہ نہیں دیکھوں گا لیکن شرعی طور پر گواہی چھپائی بھی نہیں جا سکتی ۔ اس لیے میں عدالت میں آ جاؤں گا لیکن انگریز کو دیکھوں گا نہیں اور اس سے پیٹھ پھیر کر گواہی دوں گا ۔ اگر میری یہ شرط منظور ہو تو میں آ جاتا ہوں ۔ عدالت نے آپ کی اس شرط کو قبول کر کے آپ کو عدالت میں طلب کیا ۔ مولانا مظفر حسین کاندھلوی نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے بیان دیا کہ متنازعہ زمین سکھوں کی ملکیت ہے ۔ مسلمانوں کا اس پر دعویٰ غلط ہے ۔ آپ کی اس حق گوئی سے متاثر ہو کر سکھوں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کر لیا اور متنازعہ قطعۂ زمین پر ازخود مسجد تعمیر کر دی ۔

مقالے کے اخیر میں میں ایک عظیم واقعہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو اسلام کی تاریخ کا تابناک کارنامہ ہے ۔ مصر کی ایک عورت امیرالمومنین حضرت عمرؓ کے دربار میں شکایت لائی کہ عمرو بن العاصؓ گورنر مصر نے اس کا گھر اس کی مرضی کے خلاف مسجد کے اندر شامل کر دیا ہے ۔ آپ نے عمرو بن العاص سے جواب طلب کیا تو انھوں نے بتایا کہ مسلمان زیادہ ہو گئے تھے اور پرانی مسجد میں نہ سما سکتے تھے ۔ مسجد سے ملحق اس عورت کا گھر تھا ۔ اس کو مکان کی قیمت پیش کی گئی اور قیمت بھی مکان کی حیثیت سے کہیں زیادہ دی جا رہی تھی لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا ۔ لہذا مجبوراً ہمیں اس کا گھر بزور ڈھانا پڑا اور وہ مسجد میں شامل کر دیا گیا اور اس کی قیمت بیت المال کے اندر جمع کر دی گئی کہ وہ جب چاہے نکال لے ۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کا عذر بالکل معقول تھا اور ہمارے موجودہ قوانین بھی اس کی اجازت دیتے ہیں ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عذر کو قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ مسجد کی وہ جدید عمارت جو اس عورت کے مکان والی زمین پر بنی ہے ڈھا دی جائے اور اس کا گھر اسی طرح بنا دیا جائے جس طرح پہلے تھا ۔

یہ ہے رواداری کا وہ رنگ جو ہر اس معاشرے پر طاری رہا ہے ،

Marfat.com

جس پر اسلامی تہذیب کے اصول سایہ فگن رہے یہی وجہ ہے کہ مذہبی رواداری کے ایسے مظاہر کی مختلف شہادتیں ہمارے سامنے گذرتی ہیں جن کی کوئی مثال تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی ہے - یہاں تک کہ دور حاضرہ کی کسی تہذیب میں بھی یہ خوبیاں نظر نہیں آئیں -

میں اپنے مقالے کا اختتام سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر کرتا ہوں :

"عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عاماً -"

(بخاری کتاب الجزیہ)

"اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم معاہد (رعایا) کے شخص کو قتل کرے گا تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا - حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے - "

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پاکستان میں رہنے والی غیر مسلم رعایا کے حقوق اسلامی احکامات کی روشنی میں پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ثم آمین -

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین -

Marfat.com

ڈاکٹر خالد علوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انقلابی

حضور اکرمؐ اس دنیا کے سب سے بڑے انقلابی ہیں کیونکہ آپ نے طاغوتی نظام کو بدل کر الٰہی نظام قائم کیا ۔ انقلاب مکمل تبدیلی اور پورے تغیر کا نام ہے ۔ انسانی زندگی یا معاشرے میں انقلاب سے مراد ایسا عمل ہے جو کسی سوسائٹی کے مروجہ افکار و اطوار تبدیل کر دے اور اس کی جگہ فکر و عمل کی نئی دنیا آباد کرے ۔ انقلاب سے مراد ایسی تنظیم اور ایسی مسلح و غیر مسلح جدوجہد ہے جس سے باطل مغلوب اور حق غالب ہو جائے ۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے انقلاب کی روح رجوع الی اللہ ہے ۔ انسانی معاشرے جب مفاد پرستی اور ظلم کا شکار ہوتے ہیں تو ایک مصلح مبعوث ہوتا ہے جو انقلابی ہوتا ہے وہ اس سارے نظام کو اکھیڑنا چاہتا ہے جو انسان پرستی ، مفاد پرستی ، زر پرستی ، ہوس پرستی اور جانے کن کن خرافات میں مبتلا ہوتا ہے ۔ اس کا نعرہ اطاعت خداوندی ، انسان دوستی اور نفع رسانی ہوتا ہے اس لحاظ سے تمام پیغمبر انقلابی تھے کیونکہ وہ ہر باطل نظام کو چیلنج دیتے تھے ۔ قدرت کاملہ نے اس دنیا میں خیر و شر کا جو تصادم رکھا ہے اس کے نتیجے میں ربانی اور ابلیسی قوتیں برسر پیکار رہتی ہیں ۔ اس طرح ربانی اصولوں یا شیطانی افکار پر معاشرے منظم ہوتے ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام نظام ربانی کے کارکن ہوتے ہیں جو شیطانی فکر و فلسفہ اور ابلیسی نظام اجتماع کی جگہ پر صالح معاشرہ تعمیر کرتے ہیں ۔ ارشاد ربانی ہے :

Marfat.com

"و لقد بعثنا فی کل امة رسولاً ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت ۔"[1]

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو ۔"

کارگہ حیات میں انقلابی عمل جاری رہتا ہے کبھی انفرادی سطح پر اور کبھی اجتماعی طور پر ۔ کبھی یہ انقلاب تعمیری ہوتا ہے اور کبھی تخریبی ۔ گاہ یہ جزوی ہوتا ہے گاہ کلی و ہمہ گیر ۔ بعض لوگ جن کے ذہن صرف تخریبی و خونیں اکھاڑ پچھاڑ کی طرف جاتے ہیں وہ دین کے لیے انقلاب کی اصطلاح سے ذرا گبھراتے ہیں غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اسے دور حاضر کے حوالے سے دیکھتے ہیں ۔ تہذیب الحاد نے لبرلزم ، مادیت ، افادی نظریہ اخلاق ، حیوانی ازدواج ، صنفی انارکی ، نیشنلزم اور امپریلزم جیسے اصول مہیا کیے ۔ صنعتی انقلاب ، سرمایہ دارانہ جمہوریت اور اشتراکیت ہر ایک کو انقلاب کا نام دیا جاتا رہا ہے اور ان میں سے ہر انقلاب نے پہلے انقلاب کی کوکھ سے جنم لیا ہے الحاد بلاشبہ ایک انقلابی نعرہ ہے جسے سرمایہ دارانہ جمہوریت اور اشتراکیت میں بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا لیکن اس کے خمیر سے جو تحریکیں اٹھی ہیں انہوں نے انسانیت کو خونیں جنگوں اور خوفناک مظالم کے سوا کیا دیا ہے ؟ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا انقلاب مکمل تبدیلی ہے ۔ اسے جو چیز تعمیری یا تخریبی بناتی ہے وہ اس کا مقصد اور طریق کار ہے ۔ اگر مقصد شخصی مفاد کا تحفظ یا کسی گروہ کے کے مزعومہ مفادات کی حفاظت ہو اور اس کے لیے کسی اخلاق ضابطے کی پرواہ نہ کی جائے تو انقلاب یقیناً تخریبی ہو گا اور اگر کسی بلند نصب العین کے لیے درست جدوجہد ہو تو وہ تعمیری انقلاب ہو گا ۔

نبی کریمؐ جو انقلاب لائے اس کی حیثیت منفرد ہے ۔ اس کا مقصد ، اس کا طریق کار اور اس کے نتائج دوسرے انقلابوں سے یکسر مختلف ہیں ۔

---

۱ ۔ القرآن ، ۱۶ : ۳۶ ۔

Marfat.com

یہ انقلاب جزوی نہیں کلی ہے - تخریبی نہیں تعمیری ہے اور مفسدانہ و منتقمانہ کاروائی نہیں نفع بخشی اور رحمت ہے - یہ ایک اجتماعی انقلاب ہے جس کا ہر پہلو رحمت ہے - حضور اکرمؐ جو انقلابی تحریک چلا رہے تھے اس کا مقصد حق کو غالب کرنا تھا - فرمان خداوندی ہے :

"ھ و الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدا -"[۲]

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس دین کو ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کر دینے کے لیے کافی ہے -"

حضور اکرمؐ دنیا کے واحد انقلابی ہیں جنہوں نے غلبہ کو نصب العین قرار دے کر ایک کامیاب انقلاب بپا کیا - آپ نے اس انقلاب کے لیے جو طریق کار اختیار کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے کوئی زیر زمیں سرگرمی نہیں ، کوئی سازش نہیں ، کوئی فریب دہی اور عیاری نہیں اور کوئی خون ناحق نہیں - آپ نے واضح منصوبہ بندی کے ساتھ انقلاب کے ہر مرحلہ پر پوری نظر رکھی - آپ نے اس انقلاب کے لیے ایسی قیادت مہیا کی کہ قلیل عرصے میں اسلامی تحریک اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئی - قرآن اور سیرت رسول کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک قائد کے اندر مندرجہ ذیل امور کا ہونا ضروری ہے -

۱- قائد کو اپنی ذات پر اعتماد ہو -

۲- نصب العین واضح ہو اور قائد اسے اپنی ذات پر ترجیح دے -

۳- پیروؤں کو اپنے قائد پر اعتماد ہو -

۴- قائد کو اپنے پیروؤں پر اعتماد ہو -

۲- القرآن ، ۴۸ : ۲۸ -

Marfat.com

قائد انسانیت جناب محمد رسول اللہ ؐ کی شخصیت ان تمام اوصاف کی جامع اور عمدہ ترین مثال ہے نبی کی شخصیت چونکہ الہامی ہوتی ہے اور اس کی تربیت براہ راست ربانی نگرانی میں ہوتی ہے اس لیے جتنا اعتماد اسے ہوتا ہے وہ کسی غیر الہامی شخصیت کو حاصل نہیں ہو سکتا تاہم غیر الہامی شخصیت ان اصولوں کی پیروی میں ایک مناسب معیاری مقام حاصل کر سکتی ہے قرآن پاک میں آنحضور کو جس طرح متعارف کرایا گیا اس میں اس اعتماد کی جھلک نمایاں ہے فرمایا :

"لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۔"[۳]

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی کا ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں ، ان کو پاک کرتے اور انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے ۔"

قائد کے اعتماد کی بہترین مثال وہ واقعہ ہے جب قریش نے جناب ابو طالب کو دھمکی دی تھی کہ وہ محمد کو تبلیغ سے روکیں ورنہ وہ بھی اس کا دفاع نہیں کر سکیں گے ۔ آنحضور ؐ نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ اعتماد کی عظیم ترین مثال ہے ۔ حضور ؐ کے بعض ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً

"عن ابی سعید قال قال رسول اللہ : انا سید ولد آدم یوم القیامۃ و لا فخر و بیدی لواء الحمد و لا فخر و ما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لواءی و انا اول من تنشق عنہ الارض و لا فخر ۔"[۴]

۳۔ القرآن ، ۳ : ۱۶۴ ۔
۴۔ مشکوۃ ، ۲ : ۱۲۷ مطبوعہ دمشق ۔

Marfat.com

"ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر کے ساتھ نہیں کہتا اور میرے ہاتھ حمد کا جھنڈا ہو گا ، یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا اور قیامت کے دن آدم اور دیگر تمام پیغمبر میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور اس پر مجھ کو فخر نہیں ۔ میرے لیے سب سے پہلے زمین پھاڑی جائے گی اور اس پر فخر نہیں ۔"

اس طرح کے اور ارشادات بھی ہیں جن سے بے پناہ اعتماد کا پتہ چلتا ہے ۔

قائد کے لیے اپنی ذات اور صلاحیتوں پر اعتماد کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ نصب العین سے وابستگی و دلبستگی ہے اگر ایک لمحہ کے لیے قائد کی ذات یا اس کا مفاد نصب العین پر ترجیح حاصل کر لیتا ہے تو انقلابی عمل نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا ۔ اس سلسلے میں قائد کو طاغوتی چالوں سے خبردار کیا گیا اور نصب العین کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا ۔ فرمایا :

"ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب و الحکم و النبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ۔"[۵]

"کسی انسان کے شایان شان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب ، حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ۔"

"فاستقم کما امرت و من تاب معک و لا تطغوا ۔"[۶]

"سو اے پیغمبر جیسا آپ کو حکم ہوتا ہے اس پر آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ تائب ہوئے قائم رہیں اور حد سے تجاوز نہ کریں ۔"

۵- القران ، ۳ : ۷۹ ۔

۶- القرآن ، ۱۱ : ۱۱۲ ۔

Marfat.com

یہ اور اس طرح کی دیگر آیات سے کہیں یہ تاثر نہ لیا جائے کہ نعوذ باللہ قائد انقلاب کسی کوتاہی سے کام لے رہے تھے اس لیے کوئی ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی تھی - یہ تو مزلات سے بچانے کا ایک انداز ہے ورنہ آپ کے کام کی تحسین (Appriciation) کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے -

قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسان شناس ہو اور اپنے پیروؤں کو اچھی طرح پہچانتا ہو - اس معرفت کے نتیجے میں ان پر اعتماد کرتا ہو - حضور نے اپنے رفقاء پر جس طرح اعتماد کیا اس کی بے شمار مثالیں مکی و مدنی زندگی میں بکھری پڑی ہیں -

آپ نے جس طرح مختلف مقامات پر اپنے رفقاء کی تعریف کی اور ان کے سپرد کام کیے وہ اس اعتماد کی غمازی کرتے ہیں - اس سارے نظام میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں جہاں کسی رفیق نے اس اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہو یا غدر کیا ہو - اس تعلق و اعتماد کی تحسین قرآن میں بھی موجود ہے -

"لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم -"[۷]

"لوگو - تمہارے پاس تم میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں - تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں -"
ان کے ایمان کو معیار قرار دیا اور فرمایا -

"فان آمنوا بمثل آمنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولوا فانما ھم فی شقاق -"[۸]

"تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں تو ہدایت یاب ہو جائیں گے اور اگر منہ پھیر لیں تو وہ تمہارے مخالف ہیں -"

۷- القرآن ، ۹ : ۱۲۸ -
۸- القرآن ، ۲ : ۱۳۷ -

Marfat.com

"عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ لا تسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھباً مابلغ احدھم ولا نصیفہ۔"[۹]

"ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا : میرے رفقاء کو بُرا نہ کہو کیونکہ تم میں سے ایک آدمی احد جتنا سونا خرچ کرے تو بھی ان جیسا یا ان سے آدھا درجہ نہیں پا سکے گا۔"

انقلابی عمل کے لیے جتنا یہ ضروری ہے کہ قائد کو اپنے اوپر اعتماد ہو اتنا ہی ناگزیر یہ امر بھی ہے کہ قائد کے پیرو اس پر اعتماد کرتے ہوں۔ اس اعتماد کے بغیر قیادت مستحکم ہو سکتی ہے نہ انقلابی عمل آگے بڑھ سکتا ہے۔ وہ قائد جو اپنا امیج بنانے کے لیے اپنے رفقاء کی تذلیل و تضحیک کرتا ہے۔ اپنے پیروؤں کا اعتماد کبھی نہیں حاصل کر سکتا۔ قائد کا شخصی کردار اس اعتماد کا اولین ذریعہ ہے۔ قائد انسانیت نے قرآن کی زبانی فرمایا :

"وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلاتعقلون۔"[۱۰]

"میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں بھلا تم مجھے نہیں سمجھتے۔"

ذاتی کردار کے علاوہ قائد کی ہمدردی و خیر خواہی ، حق پرستی اور عدل و انصاف کے اوصاف اس اعتماد کو پختہ کرتے ہیں نبی اکرمؐ ان تمام اوصاف میں بے مثیل تھے۔ آپ کے پیروؤں کو یقین تھا کہ آپ کا ہر فیصلہ درست اور مفید ہے۔ اگر کسی ساتھی نے اپنی کم فہمی کی بنا پر کسی فیصلے پر تردد کا اظہار کیا تو زندگی بھر اس پر ندامت ظاہر کی۔ قرآن نے اس اعتماد کو ایمان کہا۔ ارشاد ہوا :

۹۔ مشکواۃ ، ۵۵۳ مطبوعہ دہلی۔

۱۰۔ القرآن ، ۱۰ : ۱۶۔

Marfat.com

"فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما ۔"۱۱

"آپ کے رب کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں ، تب تک مومن نہیں ہوں گے ۔"

حضور نے فرمایا :

"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و والدہ و الناس اجمعین ۔"۱۲

"کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں باپ ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں ۔"

حضور اکرمؐ نے کارکنوں کی تربیت اور انقلابی عمل کے تدریجی مراحل کا جس طرح اہتمام فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ پوری انسانی تاریخ کا واحد کامیاب تعمیری انقلاب محمد رسول اللہؐ کا لایا ہوا انقلاب ہے آپ نے جس تحریک کی قیادت کی ۔ وہ صحیح معنوں میں انقلابی تحریک ہے کیونکہ نظریہ جب تک فرد کی اصلاح تک محدود رہتا ہے وہ تحریک نہیں بنتا ۔ جونہی وہ اجتماعی مفاسد کے سدباب اور اجتماعی مصالح کے لیے جد و جہد کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو وہ تحریکی صورت اختیار کر لیتا ہے ۔ آپؐ نے جو انقلابی تحریک منظم کی اس میں فرد سے لے کر معاشرے تک اور مظلومانہ زندگی سے لے کر فاتحانہ شان تک ، حزن و ملال سے لے کر فرحت بخش امن و سکون تک ، میدان جنگ سے لے کر پُر امن

۱۱- القرآن ، ۴ : ۶۵ -
۱۲- مشکواۃ ، ۱۲ -

Marfat.com

شہری زندگی تک ، کا فرائد معاشرے کے مجبور شہری سے لے کر فلاحی ریاست کے معزز و باوقار فرد تک انقلابی زندگی کا ہر مرحلہ دکھائی دیتا ہے اسلامی تحریک ایک ایسی انقلابی تحریک ہے جس میں فرد کی سیرت میں شخصی انقلاب سے لے کر بین الاقوامی سطح پر انسانی انقلاب تک کے شاندار اصول اور نتیجہ خیز طریق کار موجود ہے - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اغیار کے اٹھائے ہوئے خدشات اور ان کے پیدا کیے ہوئے شبہات کے پیش نظر اسلام کو محض قدیم تمدن اور پرانی تہذیب سمجھنے لگ گئے ہیں اور اسی مفروضے پر ہم یہ مطالعہ کرتے ہیں کہ اسلام نے اپنے دور میں کیا (Contribution) کیا -

حضورؐ نے جس انقلابی عمل سے مطلوبہ نتائج پیدا کیے وہ اسوہ آج بھی موجود ہے جن اصولوں کی رہنمائی میں یہ کارنامہ انجام دیا تھا وہ اب بھی محفوظ ہیں - داعی انقلاب نے اسلام کی صورت میں ایک ایسی انقلابی تحریک دی ہے اور رہنما قیادت کی شکل میں ایسی مثالی رہنمائی دی ہے کہ انسانیت قیامت تک اس سے استفادہ کر سکتی ہے - رحمۃ للعالمین نے عالمگیر تحریک رحمت عطا کی ہے جو آج بھی دعوت عمل دے رہی ہے -

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساقی

Marfat.com

علامہ سید محمود احمد رضوی

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سربراہِ مملکت

عنوان مقالہ ہے - حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سربراہ مملکت ـــــ ابتداً مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ سربراہ مملکت کا لفظ کسی ملک یا کسی حصہ زمین کے بادشاہ ، صدر اور وزیراعظم کے لیے بولا جاتا ہے اور حضور سرور عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ و الثناء کے مذہب و مقام کی یہ کیفیت ہرگز نہ تھی کہ آپ دنیاوی بادشاہوں یا حاکموں کی طرح ایک حاکم یا بادشاہ تھے یا کسی مجلس مشاورت نے آپ کو ریاست کا سربراہ منتخب کر لیا تھا یا آپ ذاتی طور پر از خود اس منصب پر فائز ہو گئے تھے بلکہ آپ تو اللہ تعالٰی کے خلیفہ اعظم ، نائب اکبر اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم ، مامور من اللہ اور رسول اللہ ہیں اور قرآن نے بھی آپ کو سربراہ مملکت کی حیثیت سے نہیں بلکہ رحمۃ للعلمین اور خاتم النبیین کی حیثیت سے پیش کیا ہے "و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔"

نبوت و رسالت انسانیت کی معراجِ کمال ہے - یہ ایک ایسا عظیم و جلیل منصب ہے جس سے بالا تر مذہب اور کمال عالمِ امکان میں نہیں ہے اور انبیاء و مرسلین میں حضور کی ذاتِ اقدس تو وجہِ تکوین کائنات اور سرچشمہ حسنات و برکات ہے اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت اور آپ کے جمال و جلال کا ادراک انسان کی سرحدِ عقل سے باہر ہے - آپ کی نبوت

Marfat.com

عالمگیر اور آپ کی رسالت جہانگیر ہے ۔ آپ ہادی عالم اور مزکی کائنات ہیں ۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لیے مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ ہیں ۔ آپ کی رسالت و نبوت کی آفاقیت کے متعلق رب کائنات کا اعلان ہے ۔

"ما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیراً ۔" آپ رسول کل اور ہادی جہاں ہیں ۔ یعنی جس کا خدا رب ہے ، حضور اس کے رسول ہیں ۔ ارشاد باری ہے :

"تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا"

"بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبدِ خاص پر قرآن اتارا جو سارے جہانوں کے لیے نذیر ہے ۔"

جیسے مسلمان اور کافر مطیع و نافرمان سب اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی تمام کائنات کے انسان اور جن حتٰی کہ انبیاء سابقین اور ان کی امتیں حضورؐ کی امت ہیں ۔ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ امتِ اجابت ہے اور جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ امتِ دعوت ہے ۔ اسی بنا پر حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس ہستی مقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ اگر موسٰی علیہ السلام زندہ ہوتے ۔

"ما وسعہ الا ان یتبعنی"

"تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ کار نہ ہوتا ۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کے مذہب جلیل کے متعلق علامہ ابن تیمیہ اپنی تالیف الصارم المسلول میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت ، حضور کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی ۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت ، حضور کے فعل کو اپنا فعل اور حضور کی نطق کو اپنی وحی قرار دیا ۔ ہے جس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کا حق ایک دوسرے کے لیے لازم و

Marfat.com

ملزوم ہیں ۔ اور رسول کی عزت اور وقار اور خدا کی عزت اور وقار کی جہت ایک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ :

"فاقامہ اللہ مقام نفسہ فی نھیہ و امرہ و اخبارہ و بیانہ فلایجوز الفرق بینہ و بین اللہ تعالٰی من ھذہ الامور ۔"

"اللہ تعالٰی اپنے امر و نہی ، اخبار و بیان کے معاملہ میں حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب اور قائم مقام بناتا ہے لہذا مذکور بالا امور کی کسی بات میں یہ جائز نہیں ہے کہ خدا اور اس کے رسول میں فرق کیا جائے ۔"

اس لیے ایک مسلمان کا یہ دینی و مذہبی فریضہ ہے کہ وہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے کسی پہلو کو بیان کرنا چاہے تو آپ کے رسول اللہ ہونے کے منصب جلیل کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے ۔

دنیا کے بادشاہوں اور حاکموں کے حکم و احکام کی جو کیفیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے ۔ ان کے احکام کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اگر ان کا کوئی حکم اور فیصلہ کوئی نہ مانے یا اِس پر تنقید کرے یا اپنے دل میں ہی اسے غلط سمجھے تو اس کا ایمان سلب ہوجائے ۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت اور آپ کی تشریعی حیثیت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالٰی نے ہر زمانہ اور ہر ماحول میں تمام دینی و دنیوی معاملات میں آپ کی حاکمیتِ مطلقہ کو جی جان سے قبول کرنے کو مومن ہونے کی لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کے کسی حکم اور فیصلہ سے انکار کو گمراہی و بد نیتی قرار دیا ہے ۔ سورہ نساء میں ارشاد ہے :

"فلا ربک لا یؤمنون حتٰی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما ۔"

"اے رسول محترم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں

Marfat.com

اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیں ۔"

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا تھا ۔ جس نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا اور جب مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف دربار نبوت میں استغاثہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ؐ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمام معاملات میں آپ کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کریں ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی توثیق فرما دی اور دربار نبوت سے حضرت عمرؓ نے فاروق کا خطاب پایا ۔ اسی طرح حضور نبی کریم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارث سے کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے اپنی عالی نسبی اور خاندانی وجاہت کی بناء پر پیغام نکاح کو رد کردیا ۔ اس موقع پر سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی ۔

"ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم"

"کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے"

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس نکاح کے رد کر دینے کا اختیار حاصل تھا ۔ ایک عاقل و بالغ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا جائے تو وہ باطل محض ہے اور کسی سربراہ مملکت اور حاکم وقت کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ عاقل و بالغ فرد کے اس اختیار کو ختم کر دے ۔ لیکن حضور نبی کریم علیہ السلام کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

حضرت زینب کے اختیار کو رسول کریم کے حکم اور فیصلے کے مقابل بے اختیار قرار دے دیا اور اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب برضا و رغبت حضرت زید سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئیں اور انہوں نے حکم رسول کے سامنے صمیم قلب کے ساتھ اپنے سر کو جھکا دیا ۔

رسول اللہ ہونے کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت و سربراہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بھی بخشا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت و ریاضت میں بھی مصروف ہو تو عین حالتِ نماز میں بھی اللہ کے رسول کی آواز پر لبیک کہنا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا لازم و واجب ہے ارشاد باری ہے :

"استجیبوا للہ وللرسول اذا دعا کم ۔"

"اللہ اور رسول جب تمہیں آواز دیں تو فوراً لبیک کہو ۔"

'اذا دعا کم' کا جملہ مطلق ہے اس میں نہ وقت کی قید ہے اور نہ ماحول و زمانہ کی اسی بناء پر مفسرین نے فرمایا کہ نمازی کو بحالتِ نماز بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنا لازم و واجب ہے ، اس کی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل جہان والوں کے لیے مستقل طور پر مطاع و حاکم ، امام و پیشوا بنایا ہے اور مستقل طور پر ہی آپ کی اطاعت کو لازم و واجب قرار دیا ہے ۔

"و من یطع اللہ و رسولہ فقد فازا فوزاً عظیما ۔"

" جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پا لیا ۔"

"و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۔"

"جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے ۔"

Marfat.com

قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور کی اطاعت کا حکم دیا ہے اسے عام رکھا ہے کسی قید کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ قرآن نے یہ تصریح کی ہے اور حصر کیا ہے کہ رسول کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت ہے اور اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے ۔ ارشاد باری ہے :

"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"

"جس نے رسول کی اطاعت کی اسی نے اللہ کی اطاعت کی ۔"

اس لیے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور رسول کی آواز پر لبیک کہنا اللہ کی آواز پر لبیک کہنا ہے ـــــ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نطق رسول کو اپنی وحی قرار دیا ہے ۔

"ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔"

"وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ، وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں جو ان پر کی جاتی ہے ۔"

'ان ھو الا' میں 'ھو' ضمیر کا مرجع نطق رسول ہے یعنی ہر اس بات کو وحی قرار دیا گیا ہے جس پر نطق رسول کا اطلاق ہو کیونکہ اگر کسی ایک بات میں یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش سے بولتا ہے اور اس کا نطق وحی الٰہی نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ رسول کریم کا نطق وحی الٰہی ہے ، اسی بناء پر حدیث ابو داؤد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ۔

"فو الذی نفسی بیدہ ماخرج منی الا الحق ۔"

(بخاری ، احمد ، ابوداؤد)

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ، میری زبان پر حق ہی جاری رہتا ہے ۔"

Marfat.com

قرآن مجید کی ان تصریحات پر غور کیجیئے کہ اس شان کا حاکم اور اس عظمت کا سربراہ جس کی زبان مرضی الٰہی کی ترجمان ہو جس کا نطق وحی رحمان ہو جس کا فعل فعلِ سبحان ہو ، جس کی بیعت بیعت یزدان ہو جس کی سیرت و صورت تفسیر قرآن ہواور جس سے محبت و عقیدت روح ایمان ہو اور جس کی تعظیم و توقیر ایمان کی جان ہو ایسی طیب و طاہر اور معصوم شخصیت عالم امکان میں صرف حضور سید المرسلین خاتم النبیین سیدِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء ہی کی ذات ستودہ صفات ہے ۔

آج جبکہ پاکستان کے مسلمان اور حکومتِ وقت اس خطہ پاک کو شریعت اسلامیہ کا گہواہ بنانے اور نظامِ مصطفٰی کو عملی صورت میں نافذ و جاری کرنے کی پر خلوص کوشش کر رہی ہے ۔ ایسے اہم موڑ پر ہمارا دینی و مذہبی و ملی فریضہ ہے کہ ہم حضور سیدِ کائنات فخرِ موجودات محبوب خدا حضرت محمد مصطفٰی علیہ التحیہ والثناء کے منصبِ جلیل کو پیشِ نظر رکھیں ۔ آپ کے قول و عمل اور سیرت و کردار کو اپنا رہنما بنائیں ۔ اور اپنے تمام دینی و دنیوی ، داخلی و خارجی ، سیاسی و تمدنی ، معاشرتی و سماجی مسائل اور الجھنوں کو حل کرنے میں قرآن اور صاحبِ قرآن کی حاکمیت و سربراہی کو دل و جان سے قبول کر لیں ۔

Marfat.com

صاحبزادہ سید فیض الحسن

اِنسانی ارتقاء اور اُسوۂ مُصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء

صدر گرامی قدر ! مہمانان ذی وقار ، حضرات علمائے کرام اور حاضرین باتمکین !

اس عاجز کے لیے یہ امر باعث صد فخر و انبساط ہے کہ اسے اس مبارک مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور حضور سرور کائنات ، فخر موجودات ، شافع روز جزا کے حضور اظہار عقیدت کی سعادت حاصل ہوئی - صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بجائے خود منبع حسنات اور حاصل کائنات ہے -

مجھے ارشاد ہوا کہ بعنوان "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مشفق و مہربان رفیق" اپنے خیالات کا اظہار کروں - عنوان وسعت طلب ہے پھر صاحب عنوان ، سرور کونین کا ذکر وجد آفریں ہے - ایک کم سواد اور بے بضاعت امتی کے لیے وقت کی تحدید حق عنوان ادا نہ کر سکنے کے لیے عذر معقول ہو گی -

صاحب لولاک ، رحمت ہردو عالم لاریب مشفق و مہربان رفیق تھے وہ تو سراپا شفقت و الفت تھے - ان کی یہ شفقت و رافت صرف کسی مخصوص حلقہ کے لیے نہ تھی - اور صرف اپنوں کے لیے خاص نہ تھی - سب ان کے اپنے تھے اور وہ سب کے تھے- ان پر اللہ کا درودو سلام ہو -

Marfat.com

ان کا سب کے لیے مشفق و مہربان رفیق ہونا ایک فطری امر تھا ۔ کہ وہ سب کے لیے آئے تھے ۔ اسی لیے وہ سب کے بعد آئے اور سب کے بعد تک کے لیے آئے ۔ ان کے بعد کسی اور آنے والے کی نہ ضرورت رہی نہ گنجائش ۔ ان سے پہلے بہت سے آئے ۔ روایات بتلاتی ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار آئے ۔ لیکن کیا کیجئے جو آیا وہ جانے کے لیے آیا ۔ ان کی کتابیں اور صحیفے ایک طرف رہے ، تاریخ ان کے تذکرے تک محفوظ نہ رکھ سکی ۔ ان سب پر اللہ کا سلام ہو ۔

ان سب کے بعد وہ رفیق شفیق آئے ، جنہوں نے حق رفاقت ادا کر دیا ۔ ان کی رفاقت جیسے صرف اپنوں کے لیے نہ تھی ، سب کے لیے تھی ۔ ایسے ہی صرف اپنے زمانہ کے لیے نہ تھی ۔ ہر زمانہ کے لیے ہے ۔ ان کا دامن رافت و الفت آج بھی سب کے لیے وا ہے کہ وہ رب العالمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے ۔

آئیے ! ان کی مشفقانہ رفاقت کے چند نظائر پر نظر ڈال لیجیئے ۔ باہر کے بجائے پہلے اندر دیکھیئے ۔ اس لیے کہ ہم نے دیکھا ہے ، بڑے بڑے بلند بانگ دعاوی کرنے والے ، باہر کی دنیا میں سب، کچھ ہوتے ہیں لیکن اندرون خانہ ان کی زندگی کچھ اور ہی ہوتی ہے ۔ ان سب کے برعکس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن یکساں تھا ۔ میں غلط کہہ گیا ان کا باطن ظاہر سے زیادہ روشن تھا ۔

انہوں نے اپنے ہر امتی کو "خیرکم خیر لاھلکم" کہہ کر اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ حق رفاقت ادا کرنے کی تلقین کی ۔ (کہ تم میں بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ بہتر ہے اور اس زبانی تلقین کے ساتھ اپنی عملی زندگی بطور شہادت پیش فرما دی "و انا خیر لاھلی" (مجھے دیکھو ، میرا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیسا اچھا ہے) ۔

حاضرین باتمکین ! اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ یہ بات چھٹی صدی عیسوی کی ہے ۔ جب کہ عرب معاشرے میں عورت ذات

Marfat.com

کی سرے سے کوئی حیثیت نہ تھی ۔ ایک ملک عرب پر کیا موقوف ہے اس دور میں ہر جگہ بیوی کو رفیقہ حیات کی بجائے گھر کی باندی اور پاؤں کی جوتی تصور کیا جاتا تھا ۔ فاروق اعظم سیدنا حضرت عمرؓ کی یہ شہادت بخاری کے اوراق میں محفوظ ہے کہ "ہم لوگ اسلام سے قبل عورت کو کچھ نہ سمجھتے تھے ، اسلام نے عورتوں کے لیے احکام نافذ کیے اور حقوق مقرر کیے ۔ ایک بار میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے بھی برابر کے جواب دیئے"۔

سرور کائناتؐ اپنی ازواج مطہرات کے لیے شوہر سے زیادہ رفیق حیات تھے ، اپنی داعیانہ مصروف ترین زندگی کے با وصف ان کے لیے وقت نکالتے اور حق رفاقت ادا فرماتے ۔کس قدر مقدس تھا وہ دوش مبارک جس پر ٹھوڑی رکھ کر زوجۂ مطہرہ عائشہ صدیقہؓ نے حبشی سپاہیوں کی مصنوعی جنگ کا نقشہ دیکھا اور کس قدر با عظمت تھے وہ پا ہائے مبارک جو کئی بار کسی رفیقۂ حیات کے ساتھ مقابلہ کی دوڑ کے لیے حرکت میں آئے تھے ۔

ایک بار سفر میں ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں ۔ ساربانوں نے اونٹوں کو دوڑانا شروع کر دیا ۔ تو آپ کو رفیقان سفر خواتین کا خیال آ گیا ۔ ساربانوں سے فرمایا "ذرا دیکھ کر ، یہ آبگینے بھی ساتھ ہیں"۔ سچ ہے آپ نے ہمیشہ ان آبگینوں کی نزاکت اور رفاقت کا پورا پورا خیال رکھا ۔ صلی اللہ علیہ و آلہ و ازواجہ وسلم ۔

دانائے سُبل ختم الرسل (فداہ ارواحنا و اجسادنا) کی یہ مشفقانہ رفاقت سفر میں حضر میں ہر جگہ مثالی تھی ۔ رفقائے سفر اگر چولھا گرم کرنے کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تو حضور کے دوش مبارک یہ بار اٹھانے کو برابر تیار ہوتے ، ساتھی ، فدائی ساتھی ، جاں نثار ساتھی منع کرتے باصرار منت کرتے لیکن ان کا یہ عظیم رہبر ، رفیق ، ہر کام میں برابر شرکت پر اصرار کرتا ۔

Marfat.com

کون نہیں جانتا کہ مسجد نبوی کے مزدوروں کے ساتھ ان کا عظیم قائد ان کا رفیق کار تھا ۔ غزوۂ احزاب کے نازک اور پُر آشوب لمحات میں دو جہان کے والی گہری خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں برابر شریک تھے ۔ صحابہ کے پیٹ پر اگر ایک پتھر تھا تو ان کے اس رفیق اعظم کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے ۔ چشم فلک نے ایسا مشفق رفیق کہاں اور کب دیکھا ہو گا ۔ (صلواعلیہ والہ و اصحابہ) ۔

باتوں باتوں میں ہم بہت آگے نکل گئے ۔ تاجدار مدینہ کی مدنی زندگی سے پہلے ہمیں سفر ہجرت کے رفیقِ غار کی رفاقت کا تذکرہ کرنا چاہیئے تھا ۔ جب کہ ان کی زبانِ وحی ترجمان پر یہ آیت جاری ہوئی تھی "لا تحزن ان اللہ معنا"۔

یہ بات بھی اعلان نبوت کے بعد کی ہے ۔ بعثت سے پہلے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ سے پوچھئے کہ اس نے اپنے رفیق سفر میں کیا دیکھا تھا کہ اس کی دلآویز باتیں سفر سے واپسی پر اپنی مالکہ کو ایسے سنائیں کہ وہ بن دیکھے جناب عبداللہ کے اس یتیم کی ہو کر رہ گئیں ۔

حضرات ! اپنی اس مختصر گفتگو کو ختم کرنے سے قبل ، میں آپ کی توجہ تاجدار عرب و عجم کے رفیق تجارت ، عبداللہ بن ابی الحمساء کے اس بیان کی طرف ضرور متوجہ کراؤں گا ۔ کہ زندگی کے ابتدائی دور میں دونوں باہم اشتراک سے چھوٹی موٹی تجارت کرتے تھے ۔ ایک دن ابوالحمساء کو راستہ میں کوئی ضروری کام یاد آ گیا اور وہ یہ کہہ کر اپنے گھر چلا گیا کہ " ابھی آتا ہوں یہیں میرا انتظار کیجئے ۔" اور اس کے یہ رفیقِ تجارت انتظار میں بیٹھ گئے ۔ ابی الحمساء کو گھر جا کر یاد نہ آیا ۔ لیکن ابوالحمساء کے یہ مشفق رفیقِ تجارت انتظار میں سرِراہ بیٹھے رہے ۔ دو چار گھنٹے نہیں ۔ مسلسل تین دن رات ۔ وہ واپس آئے تو یوں انتظار کرتے دیکھ کر شرمندگی اور حیرت کی انتہا نہ رہی — لیکن نوجوان رفیق شفیق کی زبان مبارک پر صرف یہ فقرہ آیا ۔ " تم نے بہت زحمت دی ۔ میں تین دن سے اس مقام پر

Marfat.com

موجود ہوں ۔"

اللہ ۔ اللہ وہ کتنے مشفق رفیق تھے ۔ ان کے سایۂ عاطفت سے آج بھی ہر صاحب ایمان و عرفان اپنی پگڑی سنوار سکتا ہے اور کل بھی قیامت تک بہرہ یاب ہو سکے گا ۔ بلکہ دوسرے جہان میں بھی ان کی رفاقت باعث صد افتخار ہو گی انہوں نے خود بشارت دی ہے ۔

"من احبنی کان معی فی الجنۃ"

اللہ کریم ہم سب کو ان کے لوائے حمد کا سایہ اور ان کی رفاقت کا شرف بخشے ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین ۔

Marfat.com

حافظ نذر احمد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مشفق و مہربان رفیق

ربوبیت ایک تدریجی ارتقائی عمل ہے — جو زمان و مکاں میں ایک خاص انداز سے کارفرما ہوتا ہے ، ربوبیت کا مفہوم و مقصد یہ ہے ، کہ ہر چیز بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جائے ، اس سلسلہ میں زندگی کو موانعاتِ راہ سے الجھنا اور متصادم بھی ہونا پڑتا ہے اور کبھی کبھار ہزیمت اور پسپائی بھی ہوتی ہے ، لیکن یہ ایک ناگزیر اور عارضی حالت ہوتی ہے - اور ارتقائے حیات کا سیل رواں ، راہ کے خس و خاشاک کو کو بہاتا ہوا ، ہر وقت اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں رہتا ہے -

باقی اشیاء کائنات کی طرح ابتداً انسان کا عملِ ارتقاء بھی لاشعوری اور سُست رو ہوتا ہے ، لیکن جب آسمانی ہدایت سے انسان کو منزلِ مقصود کا شعوری عرفان حاصل ہو جاتا ہے ، تو سالوں کی مسافت ساعتوں میں طے ہونے لگتی ہے اور کچھ یوں لگتا ہے ، کہ منزل خود راہ روانِ راہِ شوق کے استقبال کو آ جاتی ہے -

مانا کہ محبت کی راہ میں ہر گام پہ سو سو مشکل ہے - لیکن یہ سفر آسان بھی ہے کہ ساتھ تمہارا ہو جائے رب العالمین مخلص مسافرانِ راہِ

Marfat.com

طلب کی خود راہنمائی فرماتے ہیں ۔ اور اپنی حفاظت میں منزلِ مقصود تک پہنچاتے ہیں ۔ "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" کی آسمانی نوید اس دعویٰ کی تائید ہے ۔

عزمِ سفر اور رختِ سفر سے پہلے ، منزلِ مقصود کا تعین اور تعارف لازم ہے ۔ ورنہ تمام تگ و دو بیکار ، اور ہر حرکت بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے ۔ حصولِ کمال کے لیے تصورِ کمال ضروری ہے ۔ اور جذبۂ تکمیل کی تسکین کے لیے ، کسی پیکر جمال و کمال کی محسوس تصویر اور واضح تمثیل کی ضرورت ہوتی ہے ۔ چنانچہ رب العالمین نے انسانی شخصیت کی کی امکانی تکمیل کے لیے ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیتہ و الثناء کو خوبی و کمال ، حسن و جمال اور اخلاقِ عالیہ کا مکمل ترین نمونہ بنا کر بھیجا ، تاکہ حصولِ کمال کے لیے انسانی کارواں کو منزل مقصود مل جائے اور مقصدِ تخلیق پورا ہو جائے ۔ پس حضور علیہ السلام تمام انسانوں کے مطاع اور خاتم الانبیاء قرار پائے ـــــ حضور علیہ سلام "انک لعلیٰ خُلق عظیم" کے مصداق اور رفعتِ اخلاق کے حرفِ آخر ہیں ۔ اور "ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" کا آسمانی اعلان آپ کے مطاعِ کل ہونے کی قطعی دلیل ہے ۔ اور "وقدکان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کی نوید ، اس دعویٰ کی تائیدِ مزید ہے ۔

بقولِ حکیم الامت حضرتِ اقبال

ہر کجا بینی جہانِ رنگ وبو
آنکہ از خاکش بروید آرزو

باز نور مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ست

رب العالمین کی عنایت ہمہ گیر اور ہمہ رس ہے ۔ لیکن انسانی تہذیب و تمدن کے دورِ طفولیت میں نورِ ہدایت ، نسلی ، لسانی اور جغرافیائی حدبندیوں میں ظہور پذیر ہوتا رہا ـــــ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کا چراغِ ہدایت ، نینوا اور بابل کے لیے تھا ۔

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شمعِ ہدایت سے کنعان کا علاقہ منور ہوا ، جمال یوسفی کی روشنی سے مصر کو تنویر حاصل ہوئی ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فانوس ہدایت سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی ظلمت کافور ہوئی ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی تابشوں سے بھی ایک خاص قوم اور خاص علاقہ نے اخذِ فیض کیا ، لیکن آخر کار رب العالمین کی حکمتِ بالغہ نے تکمیل تمدن اور اتمامِ ہدایت کے لیے ، ایک ہی آفتابِ عالمتاب کے ذریعے ، عالمین کے ذرے ذرے کو مستنیر اور مستفید کرنے کا انتظام فرما دیا ـــــ تاکہ انسانی تعلیم اور تکمیل نسلی اور وطنی حد بندیوں سے آزاد ہو کر ، شرفِ انسانی کے ایک ہی مقامِ وقیع تک پہنچ جائے ، اور ایک خدا کا ایک پیغام ، ایک ہی رسول، کے ذریعے انسانیت عامہ کو شرفِ انسانی کے ایک ہی مقامِ وحدتِ پر لے آئے ۔ اور یوں ایک نظریاتی وحدت انسانیت کو اپنے دامنِ عاطفت میں محصور و محفوظ کر لے ۔ اور نسلی یا لسانی خانہ ساز حدود و قیود ، وحدتِ انسانی کی تکمیلی منزل کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں ـــــ اور اسوۂ رسول کی اطاعت کی برکت سے ایک ایسی نظریاتی قوم وجود پذیر ہو جائے ، جو قیامت تک کے لیے انسانی شرف و مجد اور خوبی و کمال کا معیار قرار پائے ۔

لہذا چھوٹے چھوٹے اور متفرق مدرسوں اور کالجوں کی بجائے ایک ہی عالمگیر یونیورسٹی کا انتظام کر دیا گیا ۔ جس میں بہ یک وقت روحانی ، جسمانی ، نفسیاتی ، طبیعاتی ، اقتصادی ، معاشرتی اور سیاسی علوم کی تعلیم و ترتیب کا مکمل اہتمام کر دیا گیا ۔ اب اس ایک ہی درسگاہ سے ایک ہی معلم انسانیت کے فیض تربیت سے ، حضرت ابو بکر صدیق ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے حکمران اور جہاں بان پیدا ہوئے ، جن کے عدل و انصاف کے سامنے نوشیرواں کے عمل و انصاف کی داستانیں ماند پڑ گئیں اور جن کے انتظامی اصولوں اور ضابطوں نے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیا ـــــ اور دنیا کی سیاسی اور انتظامی تاریخ کے صفحات پر اپنے حسین انتظام اور بے لاگ عدل و انصاف کے غیر فانی

Marfat.com

نقوش ثبت کر دیئے ـــــ پھر اسی درسگاہ سے وہ کشور کشا اور مردانِ میدانِ وغا پیدا ہوئے ، جن کی ہمت اور جرأت کے سیل رواں کے سامنے ، ظلم و جبر اور عصیان و طغیان پر مبنی ، عظیم اور قدیم حکومتوں کے فلک بوس ایوانِ اقتدار و خس و خاشاک کی طرح بہ گئے ـــــ ان میں حضرت خالد بن ولید ، حضرت سعد بن ابی وقاص ، حضرت عبیدہ بن جراح ، حضرت عمرو بن العاص جیسے فقید المثال سپہ سالار پیدا ہوئے ، جن کے حالات و واقعات آج بھی عام عقل و دانش کے لیے اعجاز کی حیثیت رکھتے ہیں ـــــ پھر اسی درسگاہِ علم و فضل کے فیض تربیت سے ، حضرت عمر خطاب رضؓ، حضرت علی مرتضیٰ رضؓ ، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ، حضرت امِ سلمہ رضؓ ، ابی بن کعب رضؓ ، معاذ بن جبل رضؓ ، اور زید بن ثابت رضؓ جیسے یگانۂ روز گار نابغہ پیدا ہوئے ، جن کے علم و حکمت کے سوتوں سے تا قیامت تشنگانِ علم و حکمت سیراب ہوتے رہیں گے ـــ ان کی فقہ اور قانون کی قائم کردہ بنیادوں پر فقیہ اور مقنن رفیع اور وقیع عمارتیں استوار کرتے رہیں گے ـــــ پھر دینی ، جسمانی اور روحانی علوم کی اسی جامعہ سے ، حضرت ابو ذر غفاری ، حضرت سلیمان فارسی ، حضرت عبداللہ بن عمر ، حضرت مصعب بن عمیر ، حضرت عثمان بن مظعون ، حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت ابو درداء "رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" ، جیسے عبادت گذار ، قناعت شعار ، شب بیدار ، وفا شعار اور لذائذ فانی سے بیزار زہاد اور مرتاض پیدا ہوئے ، جن کی روحانی ضیاء ، طالبانِ معرفت کو تا ابد روحانی جلا بخشتی رہے گی ۔

پھر اسی درسگاہِ محبت سے وہ سرشاران بادۂ وفا بھی پیدا ہوئے ، جنہوں نے راہِ حق میں تسلیم و رضا کی نئی نئی روشیں تراشیں اور غیر فانی داستانیں مرتب کیں اور بہ کشتگانِ تسلیم و رضا ، عشاق کو وفا و بقا کا غیر فانی اسلوب سکھا گئے ۔

ان میں حضرت بلال ، حضرت سمیہ ، حضرت حرام بن ملحان ، حضرت کعب بن عمر غفاری ، حضرت بلال ، حضرت زبیر ، سعید بن زید ، اور حضرت عثمان "رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" شامل ہیں ـــــ اور

Marfat.com

یہ سب مردانِ وفا کیش ، کشتگانِ تسلیم و رضا کی عظیم جماعت میں سے مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

گویا حضور رحمۃ للعالمین ، وہ آفتابِ عالمتاب ہیں ۔ جن کے رشحاتِ نور سے ، دشت و جبل ، پست و بلند ، کوہ و دمن ، دشت وچمن ، سرو و سمن ، بحرو بر ، خشک و تر ، اسود و احمر ، شاہ و گدا ، ادنیٰ و اعلیٰ ، عربی و عجمی ، یکساں فیضیاب ہوئے ۔

یہ وہ ابر بہار ہے ، جس سے لق و دق صحرا ، وادیٔ بے برگ و گیاہ ، یخ بستہ کوہسار اور رنگین مرغزار ، اپنی اپنی بساط اور ضرورت کے مطابق بہرہ ور ہوئے ، اور قیامت تک ہوتے رہیں گے ۔

طبعی ، نسلی اور لسانی اختلافات کے باوجود ، متعلمینِ درس مصطفیٰ سب ایک ہی خدا کے پرستار تھے ، نشۂ عشقِ مصطفیٰ میں سرشار تھے ، کفرو شرک سے بیزارانسانیت کے غمگسار تھے، تعمیرو ترقی کے پاسدار تھے اور دنیائے تخریب میں حسنِ تعمیر کے علمبردار تھے ـــــ ہم تابہ ابد سعی و ترقی کے ولی ہیں ـــــ ہم مصطفوی مصطفوی مصطفوی ہیں ۔

حضور رحمۃ للعالمین کی رحمت ، رب العالمین کی ربوبیت کی طرح ہم گیر اور ہمہ رس ہے ـــــ حضور حسنِ اخلاق کا منتہا ہیں اس لیے سب کے مطاع ہیں ـــــ ان کی اطاعت غایتِ حیات ہے کیونکہ صرف یہی وجۂ نجات ہے ـــــ ان کے اقوال سراپا حکمت اور ان کے اعمال سراپا عصمت ہیں ـــــ یہی وسیلۂ تکمیل ہیں اس لیے یہی علتِ تخلیق ہیں ـــــ رحمۃللعالمینی ربوبیت کی انتہا ہے اس لیے یہی وجہِ بقا اور ارتقا ہے ـــــ

خلق و تدبیر و ہدایت ابتداست ـــــ رحمۃ للعالمینی انتہاست ۔

اس لیے حضور علیہ السلام کی طرف سے صلائے عام ہے ۔ اگر تم کو محبتِ خدا کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو ، کہ اس سے محب محبوب بن جاتا ہے ـــــ اگر تم خادم ہو تو میری پیروی کرو ، اگر مخدوم ہو تو میری پیروی کرو ، اگر داعی ہو تو میری پیروی کرو ،

Marfat.com

اگر رعایا ہو تو میری پیروی کرو ، اگر سپہ سالار ہو تو میری پیروی کرو ، اگر زاہدِ شب زندہ دار ہو تو میری پیروی کرو ۔ خطیب ہو یا طبیب ، معلم ہو یا متعلم ، پدر ہو یا شوہر ، پسر ہو یا برادر ، مقیم ہو یا مسافر ، میری ہی پیروی کرو ، رزم ہو یا بزم ، مکتب ہو یا مسجد ، زراعت ہو یا صنعت ، سیاست ہو یا حکومت ، صحت ہو یا مرض ، رنج ہو یا راحت ، فرحت ہو یا کلفت ، میری ہی پیروی کرو ۔ کہ میری ذات میں سب کے لیے سب حالات کے لیے اور تمام اوقات کے لیے ابدی اور سرمدی ، اکمل اور ارفع اسوۂ حسنہ موجود ہے ۔ جو مفصل بھی ہے اور مبسوط بھی ، واضح بھی ہے اور محفوظ بھی ، جامع بھی ہے اور مانع بھی ، حسین بھی ہے اور جمیل بھی ، اور یہ اسوۂ حسنہ روایتی نہیں حقیقی ہے ، صرف علمی نہیں ، عملی بھی ہے ، افسانوی نہیں واقعاتی ہے ۔ یہ صرف عرشی ہی نہیں فرشی بھی ہے ۔

پس تمام کائنات کی فلاح و صلاح ، بقاء و ارتقاء ، تعمیر و تحسین کے لیے ، اتباع اسوۂ حسنہ ہی قطعی اور حتمی ذریعہ ہے ۔ اس ابدی اور سرمدی ذریعۂ نجات کو ہر انسان تک پہنچانے اور اتباع اسوۂ حسنہ کی اہمیت کو جتانے اور منوانے کے لیے ہی یہ عظیم الشان سیرت کانفرنس منعقد کی گئی ہے ۔ جس کے انعقاد کی سعادت کے حصول پر حکومت پنجاب عموماً اور محکمۂ اوقاف خصوصاً مستحق تبریک ہے ۔

اس سلسلہ میں گورنر پنجاب میجر جنرل غلام جیلانی خان صاحب نے جس حسنِ عقیدت کا ثبوت دیا ہے وہ قابل تبریک ہے —— اور ناظمِ اعلیٰ اوقاف خان آفتاب احمد خان صاحب نے جس محبت و عقیدت سے حسنِ انتظام کیا ہے ، وہ قابلِ تحسین ہے —— دعا ہے ان سب پر حضور علیہ السلام خاص عنائت فرمائیں —— آئیے اب قال کو حال کے سانچے میں ڈھالیں ، اور اتباعِ اسوۂ رسولِ کریم سے کسبِ فیض اور حصولِ سعادت کا آغاز اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال سے کریں —— تاکہ عہد حاضر کی ظلمت کو تنویر اور تشنگی کو تسکین مل جائے —— —— اور انسان کی روحِ مضطرب اسوۂ حسنہ کی رحمت و برکت سے اس اطمینان کو

Marfat.com

پالے جو حاصلِ حیات اور وجہٗ نجات ہے ۔

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہم اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اسوۂ رسول وہ آفتابِ عالمتاب ہے کہ جس کے طلوع کے بعد غروب نہیں ——— یہ وہ صبح بہار ہے کہ جس کے بعد پیہم خزاں نہیں ، آئیے اس مرکزِ نور و سرور ، اور منبعِ تعمیرو تحسین سے بہرہ ور ہو کر ، کائنات کو امن و امان ، اخوت و محبت ، عدل و انصاف ، دیانت اور شرافت ، خیرو برکت اور رحمت و سعادت کا گہوارہ بنادیں ——— یہ کام قال سے نہیں بلکہ حال سے ہوگا ——— دلیل لفظی سے نہیں بلکہ مثالِ عملی سے ہوگا ——— جب ہم سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھل کر ، اور اولیاء کرام کے نقشِ قدم پر چل کر آقائے ہجویری ، خواجہٗ اجمیری ، مجددِ سرہندی "رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم" اور دیگر اولیاء امت کی طرح ، اسوۂ مصطفائی کے رنگِ یکسائی اور سنتِ مصطفائی کے فیضانِ خدائی سے مزین ہو کر نکلیں گے ، تو ہماری ہی شخصیت کی جاذبیت اور ہمارے ہی حسن و جمال کی تاثیر سے دنیا بدل جائے گی ——— اور ہمارے ہی فیضانِ اتباع مصطفٰی سے وہ روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا ، جو حفاظتِ شرافت اور ارتقائے انسانیت کا ضامن بھی ہے ۔ اور تقاضائے فطرت بھی ۔

عاشقانِ او ز خوباں خوب تر
خوشتر و زیبا تر و محبوب تر

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

Marfat.com

پروفیسر محمد طاہر القادری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سربراہِ خاندان

صدر گرامی قدر اور معزز حاضرین !

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر منعقد ہونے والی اس مقدس تقریب میں مجھے جس عنوان پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے - وہ ہے " حضور علیہ الصلوۃ و السلام بحیثیت سر براہ خاندان" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و امتیازات میں سے یہ امر انتہائی اہم ہے کہ آپ کی شخصیت ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہونے کے ساتھ ساتھ اعتدال و توازن کا اس قدر حسین مرقع تھی کہ ایسے جامع اور متوازن پیکر صفات کا بدل آج تک چشم فلک نہیں دیکھ سکی اور نہ ہی انسانی زندگی کو اتنا کامل اور قابل تقلید نمونہ کبھی میسر آ سکا - یہی وجہ ہے کہ قرآن دنیا و آخرت میں انسانیت کی فوز و فلاح اور کامیابی اور کامرانی کو صرف اور صرف اسوۂ مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر منحصر قرار دیتا ہے جیسے کہ آیت متذکرہ میں ارشاد فرمایا گیا ـــــ "اور تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو تا کہ راہ ہدایت کو پا سکو" -

یہ امر واقع ہے کہ کسی انسان کے سامنے جس قدر عظیم مشن ہوتا ہے اس کی زندگی اس قدر مصروف اور عدیم الفرصت ہوتی ہے - فکری و عملی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس کے نجی اور شخصی

Marfat.com

معاملات بہرصورت متاثر ہوتے ہیں۔ یا تو وہ عائلی اور خاندانی ذمہ داریاں قبول کرنے سے مجتنب ہو جاتا ہے یا پھر انہیں صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا۔ الغرض قومی، ملی اور بین الاقوامی سطح پر مصروف فائدانہ زندگی، شخصی اور عائلی گوشۂ حیات کے لیے موزوں توجہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتی۔ اس طرح شخصیت اپنے جملہ پہلوؤں میں توازن اور اعتدال و توافق سے محروم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ قائد اگر ایک اعتبار سے قابل ستائش نمونہ عمل پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے تو یقیناً بعض دیگر معاملات میں مثالی اور معیاری نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

عالمی تحریکات کے قائدین اور نامور مفکرین عالم کے سوانحی خاکے اس حقیقت کی منہ بولتی تصویریں ہیں کہ بڑی سے بڑی تاریخی شخصیات میں بھی کوئی ایسی نہیں جو ہر لحاظ سے مکمل، ہر جہت سے حسین، ہر پہلو سے جامع اور ہر گوشے سے مثالی و معیاری ہو اور زماں و مکاں کی حدود اور رنگ و نسل کی قیود سے آزاد ہو کر، افراد انسانی اپنی نجی زندگی سے لے کر عالمی زندگی تک، خلوتوں اور جلوتوں کے تمام مراحل پر اسے اپنے لیے اسوۂ حسنہ سمجھ سکیں اور جس کی اتباع ان کے فکر و عمل کو منتہائے کمال تک پہنچا سکے۔ یہ پیکر حسن و کمال وہ ذات مصطفویؐ تھی جس کی پوری زندگی کی عصمت و طہارت کی قسم قرآن نے "لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون۔"[1] کہہ کر کھائی تھی۔ جس کی جائے سکونت کی قسم، قرآن نے "لا اقسم بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔"[2] کہہ کر کھائی تھی، جس کی ولادت کی قسم قرآن نے "و والد و ما ولد۔"[3] کہہ کر کھائی تھی، جس کی قبل از بعثت چالیس سالہ زندگی کو قرآن نے "فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون"۔[4] کہہ

۱- الحجر : ۷۲
۲- البلد : ۱-۲
۳- البلد : ۳
۴- یونس : ۱۶

Marfat.com

کر دعویٰ توحید کی قطعی دلیل قرار دیا تھا ، جس کی ذات ستودہ صفات کو قرآن نے " یاایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم "۔[5] کہہ کر لعل انسانی کے لیے محبت قاطعہ قرار دیا تھا ۔ جس کے امر و نہی کو قرآن نے "ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا "۔[6] کہہ کر وجود شریعت سے تعبیر کیا تھا ۔ جس کے کردار کو قرآن نے " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "۔[7] کہہ کر قابل تقلید فضائل حیات کا پیکر اتم قرار دیا تھا ، جس کی شخصیت کو قرآن نے "عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم با لمومنین رءوف رحیم"۔[8] کہہ کر مسلمانان عالم کے لیے مجسم شفقت و رافت قرار دیا تھا ، بلکہ جس کی ہستی کو قرآن نے "و ما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین"۔[9] کہہ کر وجود کائنات کے لیے سراسر رحمت قرار دیا تھا ۔ سامعین محترم یہی وہ ہستی تھی جس نے انسانی فکر و عمل کے نمونے کو زندگی کے ہر گوشے میں اس عظمت و رفعت اور شرف و سعادت سے ہمکنار کیا کہ وہ خود خلاق عالم کی شان تخلیق کا سرمایۂ فخر بن گیا اور زبان حق پکار اٹھی ۔

"و انک لعلی خلق عظیم ۔"[10]

" اے حبیب بیشک آپ حسن اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں ۔"

چنانچہ جہاں آپ نے سیاسی ، معاشی ، تعلیمی ، معاشرتی ، فوجی ، عدالتی ، تنظیمی ، تجارتی اور مذہبی و روحانی اعتبارات سے مثالی قیادت و سیادت کا نمونہ پیش کیا وہاں آپ نے عائلی اور خاندانی سطح پر بھی سربراہی کا فریضہ اتنے حسن تدبر ، کمال اعتدال و توازن اور جاذب و دلکش انداز میں ادا فرمایا کہ نگاہ رشک قدم قدم پر

۵- النساء : ۱۷۴ — ۶- الحشر : ۷
۷- الاحزاب : ۲۱ — ۸- التوبۃ : ۱۲۸
۹- الانبیاء : ۱۰۷ — ۱۰- القلم : ۴

Marfat.com

سجدہ ریز ہوتی ہے - بقول شخصے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینی جاست

یہ سرور دو عالم ہی کا امتیاز تھا کہ اتنی مصروف زندگی کے باوجود سربراہِ خاندان کی حیثیت سے کسی معمولی سے معمولی معاملے کی اہمیت اور حیثیت کو بھی نظر انداز نہ فرماتے تھے -

آپ سربراہ خاندان کی حیثیت سے مختلف افراد کے ساتھ مختلف رشتوں کی بنا پر منسلک تھے - حضور بیک وقت نو ازواج کے شوہر تھے - حکمت و تدبر ، حسن سلوک اور عدل بین الازواج کا عالم یہ تھا کہ کوئی بیوی بھی تادم وفات لب پر شکوہ نہ لا سکی - حضور نے فرمایا -

"خیرکم خیرکم لا ھلہ و انا خیرکم لاھلی -"
(ترمذی ، ابن ماجہ)

" تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب میں سے بہتر ہوں -"

" ان من اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً و الطفھم باھلہ -" (ترمذی)

"بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر اور اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو -"

"خیارکم خیارکم لنساءھم -" (ترمذی ، ابن ماجہ)

" تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہو -"

ایک طرف حضور کا بیان کردہ یہ معیار شرف و کمال تھا دوسری طرف آپ کا اپنا عمل - احادیث میں آتا ہے - "کان رسول

Marfat.com

الله یقسم بین نسائہ فیعدل" (رسول الله اپنی ازواج کے درمیان عدل کے ساتھ وقت تقسیم فرمایا کرتے تھے) اور ابو داؤد میں منقول ہے - "ان رسول الله کان اذا اراد سفراً اقرع بین نسائہ" (جب حضور سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج میں قرعہ اندازی کرتے تھے) زرقانی میں ہے کہ حضور نماز عصر کے بعد باری باری تمام ازواج مطہرات کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھتے تھے - بعض روایات میں ہے کہ جس زوجہ کی باری ہوتی تھی تمام ازواج انہی کے گھر پر جمع ہو جاتیں - اور دیر تک صحبت رہتی - حضور کی گفتگو میں شفقت و محبت اور لطافت و شگفتگی بھی ہوتی تھی - جس سے مجلس نہایت پرلطف رہتی - آپ کا یہ معمول مرض وفات تک جاری رہا یہاں تک کہ ان دنوں میں ازواج سے دریافت فرماتے تھے - "این انا غدا؟ این انا غداً" (ہم کل کہاں ہوں گے ، ہم کل کہاں ہوں گے) -

عظیم مرتبہ و مقام نبوت کے باوجود آپ کی ازدواجی زندگی حیات بشری کے شائستہ مظاہر سے لبریز تھی - آپ ازواج کے باہمی اختلافات بھی مٹاتے ، ان کے معاملات میں عملی معاونت بھی فرماتے ، ان کی خاطرداری بھی فرماتے اور ان کی نازک مزاجیاں بھی برداشت کرتے تھے - ان گھریلو معاملات میں حضور اپنے مقام رسالت و نبوت کی عظمتوں کو حائل نہ ہونے دیتے تھے - صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض سے فرمایا - "اے عائشہ میں تمہارا اپنے ساتھ خوش ہونا اور ناراض ہونا فوراً پہچان جاتا ہوں"- انہوں نے عرض کی یا رسول الله کس طرح - آپ نے فرمایا جب تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے "لا و رب محمد" (نہیں قسم ہے محمد کے رب کی) اور جب تو ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے "لا و رب ابراھیم" (نہیں قسم ہے ابراہیم کے رب کی) -

اس طرح صحیح بخاری اور نسائی میں منقول ہے - ایک روز آپ کسی زوجہ کے گھر میں مقیم تھے کہ آپ کی کسی دوسری بیوی نے ایک خادم کے ہاتھ آپ کی طرف کھانا بھیج دیا - اس زوجہ نے ناراض ہو کر خادم کے ہاتھ سے برتن گرا دیا اور وہ ٹوٹ گیا - حضور نے

Marfat.com

خود اس برتن کے ٹکڑے جمع کیے اور کھانا سمیٹا ۔ پھر اس زوجہ سے دوسرا برتن لے کر واپس لوٹا دیا اور ٹوٹا ہوا برتن انہیں دے دیا لیکن ناراض نہ ہوئے ۔

رحمت دو عالم اپنی اولاد پر بھی اسی طرح شفیق تھے ۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی ولادت کی خوشخبری سنانے والے ابو رافع کو ایک غلام عطا فرمایا ، اس کا عقیقہ کیا ، اور سر کے بالوں کے برابر چاندی بطور صدقہ دی ، پھر اسے رضاعت کے لیے ابوسیف نامی ایک لوہار کی بیوی کے سپرد کیا حضور خود اکثر و بیشتر وہاں تشریف لے جاتے ۔ بیٹے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے اور بوسہ دیتے تھے گویا حیات طیبہ کی ہزاروں مصروفیات حضور کو اولاد پر شفقت و محبت سے غافل نہ کر سکتی تھیں ۔

آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو جن کے نکاح میں دیا تھا ان کا بالالتزام زیادہ حیاء فرماتے ۔ خود ان کے گھر ملنے کے لیے تشریف لے جاتے ۔ حضرت فاطمہ رض آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو خود کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے ۔ آپ کی ایک صاحبزادی رقیہ کا انتقال ہو گیا جو حضرت عثمان رض کے عقد میں تھیں تو دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو ان کے نکاح میں دے دیا ۔ یہاں خاندان کے روابط اور تعلقات کو قائم رکھنے کی کتنی بصیرت افروز مثال موجود ہے ۔

ابن ہشام ، امام عسقلانی اور امام قرطبی لکھتے ہیں کہ آپ کے ایک داماد ابوالعاص جو ابتداء مسلمان نہ تھے اور حضرت زینب رض کے شوہر تھے ۔ جنگ بدر کے اسیروں میں گرفتار ہو کر آئے ۔ ان کے پاس رہائی کے لیے فدیہ کی رقم نہ تھی ۔ انہوں نے مکہ سے اپنی زوجہ حضرت زینب رض سے زر فدیہ منگوایا تو انہوں نے اپنے خاوند کے لیے گلے سے وہ ہار بھی اتار کر بھیج دیا جو ان کو حضرت خدیجہ رض الکبری نے شادی کے موقع پر جہیز میں دیا تھا ۔ اس ہار سے حضور علیہ السلام کی اپنی زوجہ مرحومہ اور پیاری بیٹی کی یاد وابستہ تھی ۔ جب ابوالعاص نے

Marfat.com

زر فدیہ کے طور پر وہ ہار پیش کیا تو حضور آبدیدہ ہو گئے اور آپ پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی - آپ نے صحابہ کے مشورے سے ہار واپس کر دیا اور ابوالعاص کو آزاد کر دیا - اس واقعے سے ایک سسر کے طور حضور کا کردار نمایاں ہوتا ہے - حسن و حسین حضور علیہ السلام کے نواسے تھے لیکن انہیں ہمیشہ اپنے حقیقی صاحبزادوں کے لقب سے سرفراز فرمایا اور یہ اعلان کیا - "الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة من احبهما فقد احبنی و من ابغضهما فقد ابغضنی"-

حضور نے سربراہ خاندان کی حیثیت سے جملہ افراد خاندان کی مالی ضروریات کا بھی ہمیشہ خیال رکھا - صحیح بخاری میں ہے کہ خیبر کی آمدنی میں سے آپ نے ازواج مطہرات کا حصہ مقرر فرما دیا تاکہ وہ کبھی بھی مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں - اسی طرح فدک کی آمدنی میں سے تمام افراد اہل بیت اور سیدہ فاطمة الزہراءؓ کی اولاد اطہار کا حصہ بھی مقرر کر دیا گیا جو اختتام خلافت راشدہ کے کافی عرصہ بعد تک انہیں ملتا رہا - جسے یزید نے اپنے زمانہ حکومت میں منسوخ کر دیا -

حضور نے نہ صرف خود بلکہ جملہ افراد خاندان کو سادگی، صبر و توکل، قناعت اور فقر و زہد کی ایسی تعلیم دی کہ وہ سب فقر محمود کے آئینہ دار ہو کر ابدالآباد تک اسلام کی زندہ تصویریں بن گئے -

حدیث میں آتا ہے "کان یاتی علی آل محمد الشهر لم یری فی بیت من بیوته الدخان -"

بخاری و مسلم میں منقول ہے "ما شبع آل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله -"

اہل بیت رسول کی پاکیزہ اور سادہ زندگیاں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس سربراہ خاندان نے تمام افراد خاندان کی کتنی عمدہ

Marfat.com

تربیت کی تھی کہ وہ اس کی ظاہری اور باطنی تعلیمات کے کامل مجسمے نظر آتے تھے۔ اگر آپ اس امر کی طرف پوری توجہ نہ فرماتے تو یہ شاندار مثالی نمونے معرض ظہور میں نہ آ سکتے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا۔ "احبوا اهل بیتی بحبی و احبونی بحب الله۔"[۱]

گو حضور علیہ السلام نے اپنے خاندان سے "الا المودة فی القربی۔"[۲] کے قرآنی حکم کے مطابق محبت و مودت اور حسن سلوک کی تلقین کی۔ لیکن انہیں معاشرے کے قواعد و ضوابط سے ماوراء قرار نہ دیا اور نہ ان کے لیے کوئی ایسی خصوصی مراعات رکھیں جن سے اسلام کے عدل و مساوات کے تصور کو ٹھیس پہنچتی ہو "ان اکرمکم عند الله اتقکم" کا اصول ہر ایک کے لیے یکساں رکھا۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان سے محبت و عقیدت کی تلقین بھی کی لیکن اس تعلیم کو عصبیت اور مفاخرت سے پاک بھی رکھا۔

حضور کی سیرت طیبہ میں یہی اعتدال و توازن تھا جس کے باعث اس کی پیروی کو محبوبیت الٰہی کی شرط قرار دے دیا گیا۔ باری تعالٰی نے حکم صادر فرمایا۔ "قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔"[۳]

۱- ترمذی ۲- الشوریٰ: ۲۳ ۳- آل عمران: ۳۱

Marfat.com

ڈاکٹر خالد غزنوی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم بطور ایک طبیب

جالینوس ان میں سے تھا جنھوں نے زمین پر طب اور علاج کے علم کی ابتدا کی ۔ اس کے بعد افلاطون ، سقراط اور ارسطو کو تحقیقی کاموں سے شہرت دوام ملی ۔ لقمان اجل حکیم بھی تھے اور اللہ کے نبی بھی ۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اللہ کی اس نعمت کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے بندے اور پیغمبر لقمان کو عطا کی ۔ آج کل ہمیں یہ شوق ہو رہا ہے کہ ہم علوم و فنون کے بارے میں یہ ثابت کریں کہ ان میں سے اکثر کی موجودہ حیثیت اسلامی اقدار کے تحت ہوئی اور اس سلسلے میں جب مسلمانوں کی علمی کاوشوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس میں حسین بن اسحاق اور ماسویہ صغیر وغیرہ کا ذکر بڑے فخر سے کیا جاتا ہے لیکن وہ شخص جس نے علم طب کو جلا بخشی ، فراموش کر دیا گیا ۔ جالینوس نے دماغ کے دوران خون پر تحقیق کی اور ایک ورید آج بھی اس کے نام سے موسوم ہے ۔ ارسطو نے تشریح الاعضاء پر توجہ دی اور بچے کی خلقت کو سمجھنے کے لیے جانوروں پر مشاہدات کیے مگر جس نے یہ کہا کہ :

"المعدة حوض البدن والعروق اليها واردة فاذا صحت المعدة صدرت العروق بالصحة واذا سقمت المعدة صدرت العروق بالسقم" (بیہقی ، طیالسی ، ابو نعیم) ۔ وہ ہمیں بھول گئے ۔

جالینوس نے معدہ کے بارے میں تحقیقی کام کیا ہے لیکن وہ اس حد

Marfat.com

تک نہ جان سکا کہ اگر نظام انہضام میں کوئی خرابی واقع ہو جائے تو وہ پورے جسم کو متاثر کرتی ہے ۔

بیسویں صدی نصف تک سائنس دان بخار کے مریضوں کو بھوکا رکھتے تھے ۔ یقین کیا جاتا تھا کہ تپ محرقہ کے مریض کو اگر کھانے کو دیا گیا تو آنتیں پھٹ جائیں گی لیکن اسی سرکار سے ارشاد ہوا :

"اذا اشتہی مریض احدکم شیئا فلیطعمہ"۔

ڈاکٹروں کو یہ احساس اب ہوا ہے کہ مریض کو بھوکا رکھنے سے اس کی قوت مدافعت میں مزید کمی آ جاتی ہے ۔ اس لیے مریض کی توانائی کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مناسب غذا کھائے ۔ اس سلسلے میں متعدد غذائیں موضوع بحث رہی ہیں ۔ دواساز کارخانے Invalid foods کے نام سے ایسی مرصع اور لذیذ چیزیں تیار کر کے کروڑوں کما رہے ہیں جن کے بارے میں خیال یہ ہے کہ اسے کھانے سے مریض میں توانائی آ جائے گی ۔ (Horlicks) سے لے کر (Complan) اور یخنیاں کمزوری کو رفع کرنے کے لیے ہر شہر میں ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں ۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے :

"سمعت الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول التلبینۃ مجمّۃ لفؤاد المریض تذھب ببعض الحزن ۔"

ابن ماجہ نے انہی عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ

"ہمارے گھر میں جب کوئی بیمار ہوتا تو تلبینہ کی ہنڈیا چولھے پر چڑھا دی جاتی اور یہ اس وقت تک چڑھی رہتی جب تک کہ وہ یا تو ٹھیک ہو جاتا یا وفات پا جاتا ۔" (بخاری)

اس برگزیدہ ہستی نے جب ارشاد فرمایا کہ تلبینہ مریض کے دل کو طاقت دیتا ہے اور اس سے غم کو دور کرتا ہے تو خود اسے اپنے گھر

Marfat.com

میں استعمال کر کے مثال پیدا کی جب کہ بوعلی سینا جن کے بارے میں شیخ الرئیس کا لقب اب مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ قولنج کے علاج میں عالمی شہرت رکھتے تھے لیکن ان کا مرض اس لیے بگڑ گیا کہ بقول شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی وہ اپنا علاج ہمیشہ خود کر کے اپنی بیماریوں کو خراب کر لیتے تھے۔

طب جدید آج بھی اس امر سے آشنا نہیں کہ کوڑھ کی بیماری کسی کو کیسے لاحق ہوتی ہے اور اس سے بچنے کی ترکیب کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اب (Diasone Sodium) کے نام سے ایک دوائی اس بیماری کو پھیلنے نہیں دیتی مگر بیماری کا باعث ابھی تک جراثیم سے لے کر ان کی حساسیت کے درمیان غیریقینی انجام سے دوچار ہے۔

مسند طیالسی اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نبات الشعر فی الانف امان من الجذام۔"

"ناک کے بال کوڑھ سے محفوظ رکھتے ہیں۔"

دوسری روایات میں یہ بتایا گیا کہ کوڑھ ایک متعدی بیماری ہے۔ مریض کے قریب مت جاؤ کہ وہ قریب جانے سے لگ جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا

"کلم المجذوم و بینک و بینہ قدر رمح اور محین"

"کوڑھی سے جب بات کرو تو اس کے اور اپنے درمیان کم از کم ایک سے دو تیر کا فاصلہ رکھ لیا کرو۔" (ابو نعیم)

یہ بات طب جدید کو بیسویں صدی میں معلوم ہوئی کہ مریض جب بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے نکلنے والی ہوا جراثیم سے لبریز ہوتی ہے۔ یہ جراثیم مریض کے منہ سے نکل کر سامنے بیٹھے ہوئے افراد کی سانس کی نالیوں میں داخل ہو کر بیماری پیدا کرتے ہیں۔ انفلوئنزا، زکام، چیچک،

Marfat.com

خناق ، پولیو اور سانس کی اکثر بیماریاں اس طریقہ سے پھیلتی ہیں اور بیماری کے پھیلاؤ کے اس طریقہ کو (Droplet infection) کہتے ہیں۔ مریض کے منہ سے نکلنے والے جراثیم سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات کرتے وقت مریض سے کم از کم چار فٹ کا فاصلہ رکھا جائے۔ اس جدید انکشاف کو ہم جب عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے ارسطو کے کارناموں پر تو سر دھنا۔ بوعلی سینا کے نام لیتے لیتے ہماری زبان سوکھتی ہے مگر اپنے رسولؐ کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے کہ انہوں نے طب اور سائنس کے میدان میں کسی بھی محقق اور دانشور سے زیادہ کام کیا ہے اور ان کے ارشادات گرامی صحت اور تندرستی کے میدان میں اتنے جامع اور مکمل ہیں کہ ان پر عمل کرنے والا کوئی شخص کبھی بیمار نہیں ہو سکتا۔

اسلام مذہب نہیں بلکہ ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں ماننے والوں کو اپنے دین کے طریقے سے لے کر بیمار کی عیادت تک کے آداب بتائے گئے ہیں۔ مومنین کو راستہ دکھایا گیا ہے کہ جب وہ کسی سے ملنے جائیں تو ملاقات کے کون سے اوقات مناسب ہوں گے اور اگر صاحب خانہ ملاقات کے موڈ میں نہ ہو تو وہ بچوں سے جھوٹ بلوانے کی بجائے صاف کہے کہ آج موڈ نہیں اور ملنے والے اس سے برا تاثر نہ لیں۔ کسی کے گھر جائیں تو اس کا سلیقہ کیا ہے۔ یہ بات صرف اسلام نے بتائی ہے۔ اس ضابطۂ حیات نے ہمیں زندگی کے ہر مرحلہ پر راہبری اور ہدایت سے سرفراز کیا ہے اس لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ صحت اور تندرستی کے میدان میں اسلام کی تعلیمات کسی سے کم ہوتیں۔

محکمہ اوقاف مبارک باد کا مستحق ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ایسی صورت میں منایا کہ ہم ان کے اسوۂ حسنہ اور ارشادات کو لوگوں تک پہنچا سکیں ورنہ اگر یہ بھی اس موقعہ پر مال روڈ پر دو خوبصورت دروازے اور رات کو دیوالی منا کر جشن منا لیتے تو کوئی ان کا کیا کر لیتا۔ میں بنیادی طور پر علم طب کا طالب علم ہوں اور مجھے صرف اسی حد تک واقفیت ہے البتہ میں علماء کرام سے یہ

Marfat.com

ضرور گذارش کروں گا کہ وہ ہمیں آگاہ کریں کہ خلفائے راشدین نے ۱۲ ربیع الاول کیسے منائی - اور اس موقعہ پر صحیح طریقہ کیا ہے ؟

متعدی بیماریوں کے پھیلاؤ کے اسباب پر جو ارشادات بارگاہ رسالت سے صادر ہوئے وہ اتنے مکمل ہیں کہ علوم جدید اب بھی ان تک نہیں پہنچ سکے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کے مسئلہ کو ایک ہی صورت میں نہیں لیا بلکہ انہوں نے اسے علیحدہ علیحدہ بیان کر کے کسی بھی صنف کو تشنہ نہیں رکھا -

چھوت کی بیماریاں مریض کے قریب جانے سے ، اس سے بات کرنے سے اور غلاظت سے پھیلتی ہیں - تندرست افراد جب گندا پانی پیتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں - مکھیاں جراثیم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں - اس لیے چھوت کی اور وبائی بیماریوں سے بچنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ گندا پانی پینے سے احتراز کیا جائے - جس کھانے پر مکھی بیٹھی ہو وہ بیماری پیدا کرنے کا باعث ہوگا -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی جس کا رنگ یا بو یا ذائقہ متاثر نہ ہو وہ پاک ہے -

مکھیوں کے بارے میں بخاری ، مسلم ، ابن حبان اور دارمی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ " مکھی اگر کھانے میں گر جائے تو اسے غوطہ دے دیا کرو کہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری -"

تقریباً یہی الفاظ ابو سعید الخدریؓ سے ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں -

مکھیوں کو بیماری سے روکنے کی ایک دوسری ترکیب یہ ہے -

ابو حمید ساعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا - آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے ڈھانپ

Marfat.com

کر کیوں نہ رکھا گیا ۔

دوسری احادیث میں بار بار اس امر کی تاکید ملتی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھا جائے ۔ پینے والے پانی کو آلودگی سے محفوظ رکھنے کے لیے احادیث میں کم از کم ایک سو ہدایات موجود ہیں ۔ تپ محرقہ ، پیچش اور ہیضہ کے کچھ مریض ایسے ہوتے ہیں جو خود تو بیمار نہیں ہوتے لیکن ان کے پیٹ سے بیماری کے جراثیم خارج ہوتے رہتے ہیں جب یہ لوگ فراغت کے بعد طہارت کرتے ہیں تو جراثیم ان کے ہاتھوں سے چپک کر اشیائے خوردنی میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اس صورت حال سے بچاؤ کے لیے پہلی ترکیب یہ بتائی گئی کہ ناخن تراش کر رکھے جائیں ۔ پھر ہاتھ اچھی طرح دھوئے جائیں اور بایاں ہاتھ ہمیشہ طہارت کے لیے مخصوص رہے اور یہ ہاتھ کھانے میں استعمال نہ ہو جبکہ دایاں طہارت میں استعمال نہ ہو ۔ برتن ڈھانپ کر رکھے جائیں ۔ رات کو مشکیزوں کے منہ بند کر دیں ۔ مشک سے منہ لگا کر پانی نہ پیا جائے کیونکہ اس طرح آدمی کو پانی کی بو اور رنگت دیکھنے کا موقعہ نہ رہے گا ۔

طب جدید نے حال ہی میں یہ انکشاف کیا ہے کہ بیماری کا مقابلہ کرنے کے لیے انسان کے جسم میں قوت مدافعت پائی جاتی ہے جسے (Immunity) کہتے ہیں ۔ اگر اس میں کمی ہو جائے تو بیماری غلبہ پا لیتی ہے ۔

دار قطنی نے انس بن مالک رض ، ابونعیم رض نے حضرت علی رض ، سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اصل کل داء البردة ۔"

"ہر بیماری کی اصلیت ٹھنڈک ہے ۔"

ٹھنڈک سے موسمی ٹھنڈک مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ بیماریاں موسم گرما میں بھی ہوتی ہیں اس لیے ٹھنڈک سے مراد جسم کی اندرونی ٹھنڈک یعنی قوت مدافعت کا کم ہو جانا ہے ۔

Marfat.com

بیماریوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک تک پھیلنے سے روکنے کے لیے قرنطینہ کا طریقہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایجاد ہے -

اسامہ بن زیدؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوا علیہ واذا وقع وانتم بارض فلا تخرجوا منہا -"

"جب تم کسی بستی میں طاعون کی وباء کا سنو تو وہاں مت جاؤ - اور اگر تم اس وقت اس بستی میں موجود ہو تو پھر وہاں سے باہر مت نکلو -"

(بخاری ، مسلم ، مسند احمد ، نسائی ، ابو دواد)

دانتوں کو تندرست رکھنے کے لیے مسواک کی تاکید کے ساتھ ساتھ ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ ایک مسلمان کا منہ دن میں کم از کم ۳۳ مرتبہ صاف ہوتا ہے - اس کے بعد دانتوں میں کبھی کوئی بیماری پیدا نہیں ہو سکتی - تحفظ بصارت کے لیے سرمہ کی تجویز فرمائی گئی اور جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے غسل ، صاف لباس ، کنگھی اور ختنہ مقرر کیا گیا -

آج دنیا میں سب سے اہم مسئلہ خوراک کا ہے - وہ غذا جس سے جسم کو اپنے افعال میں مدد ملے اور تندرستی برقرار رہے ، کا انتخاب اچھی خاصی مصیبت ہے - پھر اوقات غذا کیا ہوں اور کھانے کے بعد کیا کیا جائے - اس کا جواب بھی بارگاہ رسالت سے ہر صورت میں میسر ہے -

"بہترین ناشتہ وہ ہے جو صبح جلدی کیا جائے -"

"رات کا کھانا جلدی کھائیں ، رات کو بھوکا رہنا بڑھاپا کو جلد لاتا ہے -" ماہرین کا خیال ہے کہ رات کو جلد سونے والے لوگ دل کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں -

"انہ کان ینہی عن النوم علی الاکل و یذکر انہ یقسی القلب"

Marfat.com

ان چند مثالوں سے میرا یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امراض کی روک تھام کے علم پر دسترس رکھتے تھے اور انہوں نے صحت اور تندرستی کی بقاء کے لیے جو ارشادات عطا کیے ہیں وہ اتنے کافی اور جامع ہیں کہ ان پر عمل کرنے کے بعد بیمار ہونے کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہتا ۔

یہ گفتگو مکمل نہ ہوگی اگر ہم علاج کا ذکر نہ کریں ۔ انہوں نے علاج کے لیے سب سے پہلی شرط یہ عائد فرمائی کہ غیر مستند طبیب علاج نہ کرے ۔ بیمار کو اطمینان اور سکون مہیا کریں اور پھر دوا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے فضل کی دعا کریں ۔

بیماریوں کے علاج میں کلونجی ، شہد ، سنا ، قسط بحری ، عود ہندی ، صعترہ ، برمکی ، زیتون ، انجیر اور کھجور وغیرہ کا ذکر ملتا ہے ۔ ہم نے ان میں سے اکثر چیزوں کو ذاتی طور پر آزمایا ہے اور ہر ایک کو مرض کی مختلف حالتوں میں آزمایا گیا اور لاجواب پایا گیا ۔ امراض قلب میں کھجور اور اس کی گٹھلی کے سفوف کا تذکرہ سعد بن ابی وقاص رض کی روایت سے ابوداود میں ملتا ہے ۔ یہ علاج اب تک امراض قلب کے چار سو مریضوں پر آزمایا جا چکا ہے اور تین سال کے عرصہ میں ایک بھی مریض نہیں مرا ۔ ہم نے دمہ اور امراض بطن کے سینکڑوں مریضوں کا علاج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کیا ہے ۔ اور کبھی مایوسی نہیں ہوئی ۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آج اس کوشش کا ارادہ کر لیں کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو جمع کریں اور ان سے ایک ایسا مرقع ترتیب دیں کہ آئندہ نسلیں بھی اپنی صحت اور تندرستی کے بقاء کے لیے ان سے مستفیض ہوں ۔

Marfat.com

علامہ رحمت اللہ ارشد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجہ پالیسی

جناب صدر گرامی ، واجب الاحترام علماء کرام اور معزز حضرا

میرے مقالے کا موضوع ہے

"حضرت سرور کائنات فخر موجودات آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجہ پالیسی ۔"

اس ضمن میں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کسی ملک کی خارجہ پالیسی کو اس ملک کی داخلہ پالیسی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت داخلہ پالیسی کا ہی عکس جمیل خارجہ پالیسی پر ہوتا ہے ۔ جب سرور کائنات رحمت دو عالم کو انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے قریش مکہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا تو قرآن کریم کے مطابق آنحضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرائض منصبی بڑے واضح اور نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں ۔

ارشاد ربانی ہے ۔

"یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم ○"

یعنی آپ فخر موجودات نبی مکرم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو قرآن و دانش کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اور ان کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں ۔ یعنی تعلیم کتاب و حکمت اور فیضان نظر سے صحیح

Marfat.com

تربیت فرماتے ہیں - سب سے پہلے داخلی طور پر آنحضرت نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نفوس قدسیہ کی ایک جماعت پیدا کی جس کا کام حضور نبی مکرم کے نمائندہ کی حیثیت سے دوسروں کے اخلاق و عادات کو صحیح خطوط پر مرتب کرنا اور غلط رسم و رواج کے نقشہ کو یکسر مٹانا تھا - اس تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں بت پرست بت شکن ہو گئے - چور چوکیدار بن گئے - اور ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے جنگ و جدل میں مصروف مختلف قبیلوں میں ایسی امن و آشتی کا سامان پیدا ہوا کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے والے اپنے ہمسایوں یگانوں اور بیگانوں کے محافظ بن گئے -

اس اثنا میں حضور نبی اکرم نے عیسائیوں ، یہودیوں کے ساتھ امن و آشتی اور دکھ سکھ میں ان کے شریک ہونے کا یقین بھی دلایا - تو یہ بھی آقائے دو جہان محمد مصطفیٰ کی خارجہ پالیسی اور خارجہ حکمت عملی کا سنگ بنیاد تھا - اس کے بعد جب مسلمانوں کی حالت آنحضرت کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ ان میں نقطہ عروج پر پہنچا تو حضور مقدس نے فتح مکہ کا عزم صمیم فرمایا اور عام طور پر ملحقہ ممالک اور خاص طور پر مکہ کی سر زمین پر بسنے والے لوگوں نے جس بے رحمی اور تشدد کے ساتھ حضور پر نور کو ہجرت پر مجبور کیا یا یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کو اپنے آبائی وطن سے دور رہنے کے بنیادی حق سے محروم کر دیا تو جب حضور شافع محشر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ کوہ فاران کی چوٹیوں سے اترے اور فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے - یہ وہ دور تھا کہ ملحقہ ممالک اور خاص طور پر قریش مکہ کو یقین تھا کہ حضور محمد مکرم علیہ السلام انتقامی جذبہ کے ساتھ مکہ فتح کریں گے - اور اس سے سابقہ تاریخی حکایتوں میں بھی ان کو یہ معلوم تھا کہ جب کوئی فاتح کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو -

"وجعلوا اعزة اهلها اذلة -"

یعنی وہاں کے معزز ترین لوگوں کو ذلیل ترین کر دیتے ہیں - تو اہل مکہ کو ان تاریخی حکایات و اسناد کی وجہ سے بھی ان کا یہ خیال تھا

Marfat.com

لینا قرین قیاس تھا کہ حضور ہمارے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے - جو عام طور پر فاتح قومیں مفتوح قوموں کے ساتھ کیا کرتی ہیں - لیکن حضور نے مکہ کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے بطور جرنیل کے اور بطور اللہ تعالٰی کے رسول مقدس کے یہ حکم دیا -

خبردار تمہارے ہاتھ کسی بچے پر نہ اٹھیں - تمہارے ہاتھ کسی عورت پر نہ اٹھیں ، تمہارے ہاتھ کسی بوڑھے پر نہ اٹھیں اور یہ بھی حکم فرمایا کہ جو غیر مسلم اپنے معبد میں یا گرجے میں عبادت کر رہا ہو - اس کو بھی نہ چھیڑنا پھر یہ بھی حکم فرمایا کہ

"من دخل فی دار ابی سفیان فہوا من"

گویا اپنے ایک ایک دشمن کے گھروں کے نام گنوا کر فرمایا کہ جو ان کے گھروں میں داخل ہو جائے ان کے لیے امان ہے اور جو حرم شریف مکہ میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ ایک قطرہ خون گرائے بغیر فتح ہو گیا - اور یہ بھی آنحضور کی داخلہ پالیسی جو رحمت و شفقت اور عفو و درگزر پر مبنی تھی اس کا عکس جمیل بھی دنیا کی قوموں نے دیکھا - اس کے بعد سب سے پہلے آپ ؐ نے رحمت و شفقت کا مظاہرہ فرمایا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب میں بسنے والے نصرانیوں . عیسائیوں اور مختلف غیر مسلم سربراہان مملکت کو خطوط بھجوائے کہ -

تم بلاخوف و خطر اپنی زندگی اپنے مذہب ، مسلک اور عقیدے کے مطابق بسر کرو - میں اعلان کرتا ہوں تم اللہ تعالٰی کے ہمسائے ہو اور نبی اکرم تمہارے تحفظ کے ذمہ دار ہیں یہیں سے اسلامی ممالک میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں کے لیے ذمی کی اصطلاح وجود میں آئی -

یہ واقعہ بظاہر داخلی معلوم ہوتا ہے - لیکن حقیقتاً یہ خارجہ پالیسی کے نقوش کی ایک اہم دستاویز تھی - یہ درست ہے کہ آج کی علم و انکشاف کی دنیا نے آج جو اصلاحات میں جدت پیدا کی وہ یقیناً اس وقت

Marfat.com

موجود نہیں تھی اس جدت نے زمین و آسمان کی تنابیں کھینچ کر رکھ دی ہیں ان ساری حقیقتوں کا علم آہستہ آہستہ دوسری قوموں کو بھی ہوا۔

پھر حضور نبی دو جہان نے فتح مکہ کے بعد سب سے پہلے کارنامہ یہ سرانجام فرمایا کہ مختلف ملکوں کے لیے مختلف وفود مرتب کیے اور نامہ ہائے گرامی کے ساتھ ان وفود کو مختلف غیرمسلم ممالک میں بھیجا۔ ان خطوط ہائے گرامی میں سب سے بڑی بلاغت یہ تھی مثلاً آپؐ نے شہنشاہ روم کی طرف جو خط بھیجا تو اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے ہوئے لکھا کہ من محمد رسول اللہ ۔ الی عظیم الروم یعنی یہ خط اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے روم کے بڑے آدمی کے پاس بھیجا جا رہا تھا ۔ اس کو بادشاہ یا شہنشاہ کے القاب سے مخاطب نہیں فرمایا ان لِخطوط گرامی میں یہ بلیغ اشارہ موجود تھا کہ بادشاہیت یا شہنشاہیت کا کوئی تصور اسلام میں موجود نہیں ہے ۔ ان نامہ ہائے مبارکہ میں عالمگیر مساوات اور ہمہ گیر اخوت کا یہ پیغام دیا گیا ۔ اور وفود کے اراکین کو بھی اسلام کی غرض و غایت سمجھا کر بھیجا گیا ۔

پیغام امن اور دعوت الی الخیر کے موضوع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یاد دلایا کہ مسلمانوں کو ملک گیری سے کوئی غرض نہیں ہم نہ تمہارا ملک چھیننا چاہتے ہیں ۔ اور نہ تمہارے احوال سے کوئی تعرض ہے اور نہ ہی تمہارے جاہ و منصب کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ۔

پیغام مختصراً یوں تھا ۔

"ادخلوا فی السلم کافۃ"

"اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ ۔"

امن و سلامتی کے دائرے میں داخل ہو جائیں اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاہ برقل ، شاہ مقوقس ، قیصر و کسریٰ غرض تمام ممالک کے سربراہوں کو اس قسم کے خطوط لکھے ۔ اس اثنا میں یہ حقیقی خارجہ پالیسی بھی انتہائی مؤثر ثابت ہوئی ۔ دوسرے ممالک کے لوگ تجارتی اور دیگر اغراض کے سبب سے عرب کی سرزمین میں وارد ہوتے تھے تو اپنی

Marfat.com

آنکھوں سے دیکھتے کہ حجاز مقدس کے پورے خطے کا نقشہ یکسر تبدیل ہو چکا ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پُرنور کی تعلیم و تربیت کے صدقے میں عرب کی باقی سرزمین مقدس لوگوں کے لیے امن و سکون اور صلح و آشتی کا مسکن بن گئی ہے اور صحابہ کرام رض کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوتے تھے ۔

علی ھذا القیاس صحابہ کرام رض رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی کی تواضع ، کاروبار میں دیانت و امانت کی وجہ سے اور مہمان نوازی مکارم اخلاق کی وجہ سے مکہ مکرمہ گویا علم و دانش اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں روشنی کا ایک مینار بن گیا ۔

باہر سے آنے والے لوگ اس نقشے کے خد و خال سے اپنے ملک واپس جا کر دوسروں کو روشناس کراتے تھے ۔ اس کے بظاہر دو اثرات بدیہی طور پر سامنے آتے ہیں ۔ ایک یہ کہ جب دوسرے ملکوں کے لوگ جو شہنشاہوں کی غلامی ، مجبوری اور مقہوری کی زندگی بسر کر رہے تھے وہ ذہنی طور اپنے اپنے بادشاہوں سے منقطع ہو جاتے تھے ۔ دوسروں پر اثر یہ ہوا کہ خود بادشاہ بھی اپنی ذات میں اپنے آپ کو کھوکھلا محسوس کرتے تھے ۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ جو مجبوریت قہر و جبر کی وجہ سے ان غیرمسلم ممالک کے عوام پر مسلط تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی گئی اور یہ دوسرے ممالک کے کفر پر ایک شدید ضرب تھی ۔ جو راعی اور رعایا کے تعلقات تھے ان میں تبدیلی کے آثار نمایاں طور پر سامنے آ رہے تھے اور وہ بھی محسوس کرتے تھے ۔

وقت مختصر ہے اور تاریخی واقعات وسیع و عریض اس لیے میں نے چند واقعات کی نشاندہی کی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجہ پالیسی میں سنگِ بنیاد کے طور پر متعین کیے ۔ اور پھر اس پر عمل کر کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین نے بہت ہی مختصر مدت میں ربع مسکون کے اکثر حصوں پر اپنی حکومت قائم کر لی ۔ اور بعض

Marfat.com

ممالک نے کسی مزاحمت کے بغیر ہی اسلام کی حقانیت کو سینے سے لگا لیا۔

ذرا ملاحظہ فرمائیے موجودہ حکومت نے دیانت و امانت اخلاص اور عزم صمیم کے ساتھ پاکستان میں اسلام کو قوت نافذہ کی حیثیت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور تمام اسلامی ممالک کو یقین ہو گیا کہ پاکستان میں اسلامی قوانین کے اجرا اور اسلامی معاشرے کی تکمیل کے لیے پرخلوص کوششیں ہو رہی ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ محترم صدر مملکت کو تمام اسلامی ممالک نے اقوام متحدہ میں امت مسلمہ کا نمائندہ اور ترجمان کی حیثیت سے مقرر کیا۔ یہ میں نے قصیدہ گوئی کے طور پر نہیں کہا یہ میں نے صرف اس لیے کہنا مناسب سمجھا کہ کسی ملک کی خارجہ پالیسی کا داخلہ پالیسی سے چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ اور آخر میں اس نعتیہ شعر پر اپنا مقالہ ختم کروں گا۔

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
دشت نوردوں کو دیا تونے شکوہ قیصری

Marfat.com

ابوالحسن قاسمی

مزدوروں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

جب انسانوں کی وحدت کو حاکم و محکوم ، آقا و غلام ، آجر و اجیر کے خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ جب ایسے نظام ابھرے جو خالصتہ مادی اور معاش کی بنیاد پر تھے تو مزدور اور سرمایہ دار ، کسان اور زمیندار جیسی سیاسی اصطلاحات ابھریں ۔ ان اصطلاحات کی ذیل میں انسانی زندگی باقاعدہ دو تمدنی گروپوں میں بٹ کر رہ گئی ۔ کیونکہ طاقتور اور با اختیار طبقے نے تمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں مرتکز کر لیے ۔ اس لیے اس نے وسائل دولت اور وسائل رزق پر قبضہ کیا اور اس کی تقسیم کے غیرمنصفانہ اصول وضع کیے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی معاشرے کا ایک گروہ دولت مند ، خوش حال اور حاجت روا بن گیا اور دوسرا عسیر ، نادار اور محتاج بن گیا ۔

جب رسول اخر الزماںؐ مبعوث ہوئے تو دنیا ان دنوں چکی کے پاٹوں میں پس رہی تھی اور ہر ملک اور ہر اقلیم میں حاکمیت اور غلامی سرمایہ داری اور محنت کشی کے دو واضح بلاک نظر آتے تھے۔ ایک طرف عیش و تنعم ، دولت و عشرت اور آقائیت کے نام نہاد نظام کی مطلق العنانی تھی اور دوسری جانب بھوک ، فاقہ کشی ، تنگدستی ، ناداری اور غلامانہ اخلاق کا انسان ساز نظام برپا تھا ۔ ظلم خندۂ عیش اور مظلومیت فریادِ الم بنی ہوئی تھی الغرض ساری فضا امن غیرفطری ، مادی ، ہوس

Marfat.com

انگیز اور جانب دارانہ معاشی اور معاشرتی طبقات سے آلودہ تھی ۔ ایسے میں وہ رحمت کونین ، وہ عادل و منصف ہستی ، وہ انقلاب آفریں شخصیت ، وہ بت شکن اور وحدت شناس ذات گرامی ظہور فرما ہوئی جس نے کمزوروں کے گلے سے طوق غلامی اور ان کے پائے بستہ سے زنجیر بندگی توڑی ۔ اسلام نے ایک عادلانہ نظام حقوق و فرائض تشکیل دیا ۔

تعلیمات نبوی ؐ نے تکریم محنت اور احترام آدمیت کے اصول مرتب فرمائے شریعت نبوی نے چہرۂ تمدن کے خد و خال سنوارے اور سیرت ہادیٔ عالم نے انسان کے جادۂ فکروعمل میں ایسے چراغ روشن کر دیئے جن کو نت نئے مادی اور معاشی نظاموں کی باد صرصر کبھی نہیں بجھا سکتی ۔ حضور علیہ السلام کا سب سے بڑا احسان عالم انسانیت پر یہ ہے کہ حضور ؐ نے ہر شعبہ زندگی میں خود اسوہ حسنہ بن کر انسانوں کو آداب زندگی تعلیم کیے اور خود ایک ایسی تربیت گاہ اخلاق تشکیل فرمائی جس میں ڈھل صحابہ کرام رض ان اخلاق و آداب کے پھولوں سے آراستہ ہو گئے جن سے انسانیت کا چمن ہمیشہ گل بار اور معطر رہے گا ۔

اسلام اپنے مزاج کے اعتبار سے خود ایک مکمل ضابطہ حیات اور منشور فکروعمل ہے ۔ اسلام ایک ایسے حکیمانہ نظام کا داعی ہے جس میں کوئی نقص ، کوئی عیب ، کوئی رخنہ نہیں ہے ۔ دنیا میں منطق اور فلسفے کا ارتقاء مختلف علوم و فنون کا فروغ ، انسانی فکر و دانش کی ترقی ان تمام معیارات پر پرکھنے کے باوجود اسلام کا ہر ضابطہ حیات کھرا سونا ثابت ہوا ۔ اور انسان کے لیے ازل سے ابد تک اس سے بہتر ، مکمل تر اور مفید تر کوئی بھی نظام وجود میں نہ آ سکا ۔ اسلام نے دنیائے انسانیت کو جو سب سے عظیم اور بے بدل تحفہ عطا کیا وہ نظام عدل و مساوات ہے جس میں ہر شخص کے حقوق کا تحفظ ملتا ہے ۔ اسی نظام عدل کا اعجاز ہے کہ اسلام میں طبقات سازی اور طبقاتی امتیاز کا نہ کوئی وجود ہے نہ جواز ۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نظام عدل نے غیر فطری طبقات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ۔

Marfat.com

حسب نسب ، ذات پات ، شعوب و قبائل ، نسل و رنگ ، جغرافیائی اور تاریخی تفاوت ، الغرض کسی بھی اعتبار سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں اور اسی طرح کوئی کسی سے کم نہیں ۔ اسلام میں برتری کا معیار نہ دولت ہے نہ عہدہ بلکہ صرف تقوی ہے ۔ ایک نادار شخص اگر متقی ہے تو وہ ایک غیر متقی دولت مند سے افضل و اشرف ہے ۔ اسلام نے نظام عدل کی تربیت کے لیے نماز کا نظام برپا کیا جس میں اتباع و تقلید بھی ہے اور امانت و قیادت بھی اور جہاں صف آرا ہو کر محمود ایاز ایک حیثیت اور ایک سطح پر آ جاتے ہیں ۔ اسلام کی جملہ عبادات و میں عدل و مساوات کی ہی جلوہ گری ہے ۔ آنحضورؐ کی بعثت سے قبل عرب کی جو حالت تھی تاریخ کے صفحات اس کے آئینہ ہیں ۔ عرب میں محنت کش کی کوئی قدر نہ تھی ۔ انسانیت اپنی اعلیٰ قدروں کے باوجود ذلیل و خوار تھی اور نسبی امتیازات نے عرب میں مفاخرت کی ایک اذیت ناک فضا پیدا کر رکھی تھی ۔ تبھی تو فتح مکہ کے موقعہ پر حضور پاک نے وہ تاریخ ساز خطبہ فرمایا جو انسانیت کا ابدی منشور ہے ۔ حضور نے اس روز تمام امتیازات کو باطل قرار دیا اور تکریم محنت اور تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا ۔

آپ نے اس خطبے میں حقوق پر سب سے زیادہ زور دیا اور غلاموں بے کسوں اور مزدوروں کے حقوق کے بارے میں بے حد تاکید فرمائی ۔ حضورؐ نے اسلام کے اس زریں اصول ، قرآن کی اس گراں مایہ تعلیم اور شریعت و سیرت طیبہ کے اس انمول معیار کو اپنے اعمال مقدسہ سے برابر پیش کیا اور صحابہ کرام کو کردار و عمل کے اسی سانچے میں ڈھال دیا مسلمانوں کے پاس یہ کس قدر عظیم دولت ہے کہ شہنشاہ کونین آقائے کائنات ، مولائے ہر دو جہاں ، سردار عرب و عجم ، سرکار مشرقین و مغربین خود وہ زندگی گزارتا ہے جس میں مزدوروں ، محنت کشوں اور غریبوں کی حیات کے لیے عملی مثالیں اور مقدس نمونے ملتے ہیں ۔

غزوہ خندق کے موقعہ پر چشم تاریخ نے یہ بصیرت افروز منظر دیکھا کہ حضورؐ خود کدال ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہیں اور اپنے حصے کا تودہ

Marfat.com

سنگ و خاک توڑ رہے ہیں ۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہوتی ہے آپ دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ مصروف تعمیر ہیں ، اینٹ اور گارا اٹھا رہے ہیں اور آپ نے اپنے اس عمل سے ہمیشہ کے لیے مزدور کا سر بلند کر دیا ۔

ایک سائل حضور کی خدمت میں دست سوال دراز کرتا ہے آپ دریافت فرماتے ہیں ۔ تمہارے پاس کچھ ہے ؟ وہ شخص کہتا ہے ۔ حضور ! ایک پیالہ اور ایک ٹاٹ کا ٹکڑا ۔ آپ کے حکم پر ان اشیاء کو فروخت کیا جاتا ہے یہ فروخت بصورت نیلام ہوتی ہے ۔ آپ سائل سے فرماتے ہیں کہ اس رقم سے گھر کا سامان اور کلہاڑی خریدو ۔ کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹ کر معاش کا سامان کرو ۔ وہ شخص تعمیل ارشاد کرتا ہے اور جلد ہی عسرت سے نجات پاتا ہے اور خوشحال زندگی گذارنے لگتا ہے ۔ مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کرنے کا حکم دے کر مزدور کی حوصلہ افزائی فرما دی ۔

اس تعلیم اور انداز تربیت سے حضورؐ نے لوگوں کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا ۔ انہیں رزق حلال بزور بازو حاصل کرنے کی ترغیب دی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں یہی معمول رہا ۔ فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ محنت مزدوری سے حصول معاش اور پھر غریبوں اور محتاجوں کی حاجت روائی میں دلچسپی اور عملی تعاون برابر قائم رہا ۔

"الکاسب حبیب اللہ" کا ارشاد کس قدر جامع ہے ایک محنت کش خدا کا دوست ہے ۔ جب وہ محنت کرتا ہے تو اللہ اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے اس کی عسرت و ناداری کو خوشحالی اور اطمینان قلب سے بدل دیتا ہے اور اس کی ذلت عزت و آبرو میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔

اسوۂ حسنہ سرکار رسالت پر نظر ڈالیے ۔ حضور نے جس شخص یا جس جماعت کی اصلاح کرنا چاہی خود اس کے لیے عمل مہیا کیا ۔ مزدور کے حقوق کی بات کی تو خود مزدور بن کر دکھایا ، سیرت کا کون سا

Marfat.com

گوشہ ہے جو آپ کی ذات گرامی میں موجود نہیں -

جس طرح آپ مجاہد ، شجاع ، فیاض ، سخی ، تاجر ، منصف ، عادل ، خلیق ، مہرباں سراپا رحمت اور سراپا عدل ہیں - بالکل اس طرح حضور کی حیات طیبہ میں محنت اور جہد و عمل کے روشن نمونے موجود ہیں - آج اگر کوئی شخص بھی زندگی کے جس شعبے میں حضور کی تقلید کرتا ہے ہے وہ گویا اسلام کی اجتماعی ، معاشی اور معاشرتی زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے میں میں کوشاں ہوتا ہے - تحفظ حقوق اور تکریم محنت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ -

۱- اسلام نے دنیائے انسانیت کو سب سے پہلے نظام حقوق و فرائض کا ابدی تحفہ عطا کیا -

۲- تعلیمات نبوی نے طبقاتی امتیاز پر ضرب کاری لگائی -

۳- تعلیمات نبوی نے مزدور اور محنت کش طبقوں کو معاشرے میں آبرومندانہ مقام عطا کیا -

۴- تعلیمات نبوی نے غریب کو غیرت اور عزت نفس کی نعمت عطا کی -

۵- تعلیمات نبوی نے ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ کر دیا -

۶- اسلام کے عادلانہ اور مشفقانہ مزاج کا یہ کرشمہ ہے کہ غریب انسان تو پھر انسان ہیں - اسلام نے جانوروں تک کے حقوق مرتب کیے اور بے زبانوں کی دادرسی کی -

اسلام کی تعلیمات کے دامن میں ہر قدم اور ہر مرحلے میں سیرت نبوی کی روشن مثالیں ملتی ہیں ، جن کا یہ اثر ہے کہ حبش کے بلال ، بصرہ کے حسن اور روم کے صہیب کو بھی اسلامی معاشرے میں وہی مقام و

Marfat.com

عظمت نصیب ہوئی جو صدیق اکبر ، فاروق اعظم ، عثمان غنی اور علی مرتضٰی کو عطا ہوئی تھی ۔

اس کے برعکس دنیا کے دیگر معاشی نظاموں نے فرد کی آزادی بھی اس سے چھین لی ۔ مزدور اس معاشی نظام کے استحصالی اثرات کی وجہ سے کل پرزوں کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہے اور استحصالی نظام کے استبدادی پنجوں میں جکڑا ہوا ہے ۔ کسی لمحہ بھی اسے سکون قلب نصیب نہیں ہے ۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں پھر غیرطبقاتی ، مساویانہ اور عادلانہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں ۔ جس میں ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو ۔ دکھی انسانیت کا علاج ہو ۔ امیر، غریب ، آقا ، غلام اور حاکم و محکوم کے تمام امتیازی فاصلے ختم ہو جائیں اور باہمی یگانگت و اخوت اور اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم ہو ۔

Marfat.com

مولانا علی اصغر عباسی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلّم

قال اللہ تعالیٰ و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ الآیۃ (صدق اللہ) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بعثت معلماً (صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم) -

نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ آخری و مکمل تعلیم و ہدایت بھیج دی جو ہمیشہ کے لیے کافی ہے - ہمارے سامنے نبوی تعلیم و ہدایت کے دو حصے ہیں - ایک کتاب اللہ جو لفظاً و معناً اللہ کا کلام ہے آپ کی تعلیم کا دوسرا حصہ آپ کے وہ ارشادات اور قولی و عملی ہدایات و تعلیمات ہیں جو نبی ؐ رسول اور کتاب اللہ کے معلم و شارح ہونے کی حیثیت سے آپ نے امت کو عطا فرمائے -

آپؐ کی یہ تعلیمات آپ کے شاگردانِ اولین صحابہ کرامؓ نے محفوظ رکھ کر یہ امانت آنے والی نسلوں تک پہنچائی - حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں جہاں ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہ حاضر تھے - آپؐ نے اپنے اس عالمگیر خطاب میں یہ بھی فرمایا تھا " الا فلیبلغ الشاھد الغائب " یعنی جو یہاں حاضر ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں - حضورؐ کے وفادار شاگردوں نے آپ کے اس ارشاد کی لاج رکھتے ہوئے بغیر کسی کمی بیشی کے تعلیماتِ نبوی بعد میں آنے والوں

Marfat.com

کو پہنچا دیں پھر بعد والوں نے ان تعلیمات کو پوری دیانتداری سے سلسلۂ روایت کے ساتھ کتابوں میں محفوظ کر دیا جس کی عینی شہادت موجودہ دنیا کی لائبریریوں کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جہاں تفاسیر ، احادیث ، سیر ، تواریخ ، فقہ کی لاکھوں کتب موجود ہیں ۔

آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی معلمانہ حیثیت دین اسلام کو باقی رکھنے کے لیے لازمی ہے ۔ دین کے بقا کا انحصار اس پر ہے کہ معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ امت مسلمہ کا قلبی و ذہنی ارتباط ناقابل زوال حد تک مستحکم ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن پاک امت کو رسول کے واسطہ سے دیا گیا ۔ چنانچہ قرآن پاک کی متعدد آیات میں آپ کی معلمانہ شان کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ یہ پیغمبر تم کو قرآن پاک کے حروف و کلمات سنائیں اور یاد کرائیں گے اور یہی پیغمبر تم کو قرآن پاک کے معانی و مطالب اور رموز و حکم بھی بتائیں گے ۔ سورہ نحل میں آپ کا تعارف مبیّن ہونے کی حیثیت سے یوں کرایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کے لیے نازل شدہ قرآن کو کھول کھول کر بیان کریں ۔ تفاسیر و احادیث کی کتب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبیّن ہونے کی حیثیت اور معلمانہ شان کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے لیکن میں اختصار کے پیش نظر یہاں صرف دو واقعے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ایک صحابی حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ سحری کھانے کے بارے میں جب آیت کریمہ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یوں ہے "اور کھاؤ پیو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے ۔" حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تکیے کے نیچے سفید و سیاہ دو ڈورے رکھ لیے اور اس وقت تک کھانا پینا جاری رہا جب تک صبح کی روشنی سے سفید و سیاہ دھاگوں میں امتیاز نہ ہونے لگا ۔ صبح یہ واقعہ حضرت عدیؓ نے حضور

Marfat.com

رسالت مآب (صلی اللہ علیہ و سلم) سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا :
" ان وساوک لعریض انما ذلک بیاض النہار من سواد اللیل "
یعنی عدی تمہارا تکیہ تو بہت لمبا چوڑا ہو گیا ہے جس میں دن اور رات سما گئے ۔ ان سفید و سیاہ دھاگوں سے دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا مراد ہے چنانچہ وضاحت کے لیے اس کے بعد " من الفجر " کا جملہ نازل ہوا ۔

یوں ہی بخاری شریف میں ہے کہ جب قرآنی آیت " الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون" یعنی جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں ملایا آخرت کا امن انہیں کے لیے ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں ۔ صحابہ کرامؓ نے ظلم کو ہر قسم کے گناہ پر محمول کرتے ہوئے یہ اشکال پیش کیا کہ چھوٹی بڑی کوتاہیاں تو ایمان کے بعد بھی ممکن ہیں پھر امن و ہدایت کا وعدہ ہمارے لیے کیسا ہے ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے اس اشکال کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ظلم سے عام گناہ مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے جس کو ایک دوسرے مقام پر ظلم عظیم سے تعبیر فرمایا گیا ہے ۔

آقائے نامدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کا بحیثیت معلم عظیم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے تعلیم یافتہ افراد یعنی صحابہ کرامؓ جن کو مدرسۂ نبوت کے فضلاء کہنا بے جا نہ ہوگا یہ حضرات زندگی کے ہر محاذ پر نہایت کارآمد ، مستعد اور قیمتی ثابت ہوئے ۔ جو خدمت بھی ان حضرات کے سپرد کی گئی انہوں نے اپنی اہلیت ، صلاحیت ، فرض شناسی اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اس کو انجام دیا ، اگر کوئی معلم تھا تو وہ علم کو عام کرنے اور لوگوں کو خدا کا راستہ بتلانے میں حریص اور اپنے علم کی تقسیم میں انتہائی فیاض تھا ۔ اگر کوئی طالب علم تھا تو علم صحیح کے حصول کا شائق اور اسے اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھ کر اس کی طلب میں منہمک اور حصولِ علم کے لیے بڑی بڑی مشقت و محنت برداشت کرنے والا تھا ۔ اگر کوئی افواج کا سپہ سالار اور قائد تھا تو اس

Marfat.com

نے اپنی جنگی قابلیت اور بیدار مغزی سے شجاعت کے تاریخی کارنامے انجام دیئے پھر اگر اس کو اس منصب اعلیٰ سے کسی مصلحت کے پیش نظر معذول کر دیا گیا تو اس کی پیشانی پر ناراضگی کا کوئی شکن اور زبان پر شکایت کا ایک حرف بھی نہیں آیا بلکہ معذولی کے بعد لوگوں نے اس کی مستعدی اور جوش و خروش میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا ، اگر کسی کو ملک یا شہر کا حاکم بنایا گیا تو وہ رات کو پہرہ دینے والا اور دن کو انصاف کرنے والا تھا ۔ اگر کسی کو فیصلے کرنے کا کام سپرد کیا گیا تو وہ بہترین قاضی اور لائق ترین جج ثابت ہوا . الغرض آپ کی معلمانہ شان کی پوری تصویر صحابہ کرامؓ میں نظر آتی ہے ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا یہ معلمانہ کارنامہ صرف زمانۂ نبوت اور پہلی صدی ہجری تک محدود نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے فیض یافتہ حضرات نے جو علم کے نمونے چھوڑے تھے وہ عالم اسلام کی آنے والی نسلوں میں زندگی کے ہر میدان میں ایسے باکمال اور عظیم انسان پیدا کرتے رہے جن کی عظمت و بلندی تاریخ میں مسلمہ رہی ہے ۔ ان اصحابِ کمال میں جہاں محدثین ، مفسرین ، فقہاء امت متکلمین اور صوفیائے کرام ہیں وہاں اصحابِ اقتدار اور سلاطین امت مسلمہ کی بھی ایک طویل فہرست ہے ۔ ان تاریخی شخصیات میں جہاں بھی علم ، عمل ، ایثار و قربانی ، شفقت و رحمت اور انسانی عظمت کے اقدار نظر آتے ہیں وہ صرف اور صرف مدرسۂ نبوت ختمی مرتبت کا فیض ہے جن کو معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے نام نامیٔ اسم گرامی سے یاد کیا جاتا ہے ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

Marfat.com

مولانا جلیل الرحمٰن صدیقی

حضورؐ بحیثیت سربراہِ نظامِ قضا

"ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضیٰ الله و رسوله آمرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ۔" (سورۃ الاحزاب)

"یعنی جب خدا اور رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو پھر اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ۔"

حضرات گرامی !

اس سے پہلے کہ مقالہ کے اصل مقصد کی طرف آؤں ۔ بطور تمہید یہ بات ہمارے ذہنوں میں بسط و یقین کے ساتھ رہنی ضروری ہے کہ نبوت و رسالت کوئی ایسی کسبی شے نہیں کہ کسب و اکتساب یا ریاضات و مجاہدات یا عبادت کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہو بلکہ یہ اہم منصب عطیہ اور موہبتہ الٰہی ہے جس طرح عقل و دانش اور رزق اللہ کی تقسیم پر موقوف ہے ۔ خود خدا رسولؐ کا تقرر کرتا ہے ۔ ارشاد باری ہے "الله یصطفی من الملئکة رسلاً و من الناس" "یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولؐ اپنی ہی پسند سے بناتا ہے ۔"

منصب رسالت براہ راست خدا کے انتخاب پر موقوف و منحصر ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون مرتبہ رسالت کا اہل اور موزون ہے ۔ یہ شرف ہر کس و ناکس کو نہیں دیا جاتا ۔ جب قدرت خود ہی انتخاب

Marfat.com

فرماتی ہے تو ان کی تعلیم و تربیت رزق و محافظت کی بھی وہی متکفل ہوتی ہے ۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے "اقرأ باسم ربک الذی خلق" "یعنی پڑھیے اپنے رب کے نام کی برکت سے" ۔ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض سے فرمایا "بطعمنی ربی و یسقینی او کما قال" "مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے" "واللہ یعصمک من الناس" "اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا ۔"

کفار کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ نبوت کے لیے کوئی صاحب جاہ و جلال ، صاحب عظمت و ریاست اور ذی وجاہت ہوتا نہ یہ کہ ایک غریب گھرانہ سے منتخب کیا جاتا ۔ قرآن عزیز ان کی بات اور اعتراض کو نقل کر کے ان کے اس زعم باطل کی تردید بھی کرتا ہے ۔ "و قالوا لو لا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم" "یعنی کہنے لگے یہ قرآن دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا" ؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں "اھم یقسمون رحمة ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوة الدنیا" "تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمت (خاصہ) کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں؟ ہم نے تو ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے ۔" ان کی جہالت اور حماقت تو دیکھو کہ سب سے بڑا عطیہ اور خاص الخاص رحمت ان کے مشورے سے تقسیم کی جا سکتی ہے ؟ اللہ ہی سب کی صلاحیتوں ، استعدادوں اور جوہر قابل کا کامل علم رکھتا ہے اس نے اپنے محیط علم کی مناسبت سے لائق اور موزون ترین مقدس شخص کو منصب رسالت و نبوت پر فائز فرمایا ۔

دنیا میں انبیاء ورسل برابر آتے رہے ۔

جس طرح انسانوں کی زندگی کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اس نے پیدا کیں ، اسی نے روحانی ضرورت کو پورا فرمایا ۔ یعنی جب سے دنیا میں انسان آئے ، نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ان کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے قائم فرمایا ۔ یہ سلسلہ آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام سے شروع ہو کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ آپ زنجیر نبوت کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی تکمیل کی آخری خشت تھے ۔ آپ کی بعثت کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کرایا ۔ "قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموت و الارض لا الہ الا ھو یحیی و یمیت فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ و کلمتہ و اتبعوہ لعکم تھتدون" "آپ کہہ دیجئے اے لوگو ! تحقیق میں رسولؐ ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے زمین میں اور آسمانوں میں ۔ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا اور مارتا ہے ۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیؐ اسی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ ۔"

آپ کی بعثت تمام دنیا کے لیے عام ہے عرب کے امیوں یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں ۔ خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے ۔ آپ اس کے رسولِ مطلق ہیں اب کامیابی اور سعادت کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے ۔ بالفاظ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کلام عطا فرمایا جس نے اپنی فصاحت و بلاغت ، شوکت و جزالت ، جدت اسلوب ، سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کر دیا ۔ اس کے علوم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ گئے ۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون نوع انسانی کے ہاتھوں میں پہنچایا جس کے آگے سب پچھلے قانون ردی ہو گئے اور جس نے بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے قالب میں تازہ روح پھونک کر ابدی حیات اور نئی زندگی عطا فرمائی ۔ پھر اس عالمگیر صداقت یعنی قرآن عزیز کی خود ذمہ داری اٹھائی ۔ ارشاد باری ہے "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظ ون" (ہم ہی نے اس کتاب کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) ۔ نبوت و بعثت سے پہلے آپؐ کا صدق و عفاف ، آپؐ کی امانت و دیانت عرب میں ضرب المثل بن چکی تھی اسی لیے آپؐ کو محمد الصادق الامین کے لقب سے عرب یاد کرتے تھے ۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت آپ کی تحکیم کا واقعہ جس نے تمام قبائل عرب کو خون ریزی اور قتل و قتال سے بچا لیا تھا ورنہ حجراسود کے نصب کے سلسلہ میں تلواریں میان سے باہر نکال لی گئی تھیں اچانک کسی شخص نے رائے دی کہ صبح کو حرم کے دروازہ سے جو شخص داخل ہو اسی کو حکم اور فیصل بنا لیا جائے ۔ سب نے اس کو پسند کیا ۔ صبح ہوئی ۔ سب حرم میں پہنچے ۔ سب سے پہلے آنے والے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تھے ۔ آپ کو دیکھتے ہی سب نے یک زبان کہا "ھذا محمد الامین رضینا ھذا محمد" یہ واقعہ نبوت سے پانچ برس پہلے کا ہے ۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھائی ۔ حجر اسود کو درمیان میں رکھا ۔ ہر قبیلہ کے نمائندہ کو بلایا سب نے چادر کو اٹھایا جہاں حجراسود رکھا جاتا تھا وہاں آپؐ نے خود دست مبارک سے نصب فرما دیا ۔

دوسرا واقعہ آپؐ کی طفولیت کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ حلیمہ سعدیہؓ ہمیشہ فخر کرتی نہیں کہ میرے ہونہار منصف مزاج بچہ نے کبھی بائیں پستان کا دودھ نہیں پیا ، اس لیے کہ پہلے آپ کو دائیں پستان پر لگایا تھا ۔ بایاں پستان حلیمہؓ نے بیٹے مسرود کے لیے رکھا تھا ۔

ان دو واقعوں سے یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ آپؐ فطرۃ اور خلقۃ سعید تھے ۔ آپؐ کی ذات گرامی عادل اور منصف تھی اور پھر آپؐ جامع الکمالات تمام اوصاف حمیدہ سے متصف تھے ۔ نبوت و رسالت سے نوازے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایک خاص لقب عطا فرمایا یعنی "رحمۃ للعلمین" "و ما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین" اسی لیے تو آپؐ کے ہر فیصلہ اور حکم کو صدق دلی اور جان و دل سے مانتے اور تسلیم کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا "انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ھم المفلحون" ایمان والوں کا قول تو یہی ہے

Marfat.com

جب وہ بلائے جائیں اللہ اور رسولؐ کی طرف تاکہ رسولؐ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور ایسے ہی لوگ تو فلاح یاب ہیں۔ پانچویں پارے میں ایک آیت آپؐ کی تحکیم کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم" آپؐ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو آپؐ کو حکم اور فیصل نہ بنا لیں پھر جو فیصلہ آپؐ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں۔

رسولؐ کی عدالت میں محض مقدمات لے آنا ہرگز ایمان کے لیے کافی نہیں۔ فعلی اور اعتقادی حیثیت سے اطمینان بھی رسولؐ کے فیصلہ سے ہونا چاہیئے۔ آپؐ کا حکم اور قاضی بننا تو ظاہر تھا آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کی شریعت حکم بننے کے لیے کافی ہے۔ ایمان کا کمال یہ ہے کہ شریعت کی متابعت میں وہ لطف و لذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتا ہے۔ آپ کو وہ شریعت مطہرہ عطا ہوئی کہ آپ کی شریعت و قانون کے سامنے تمام شرائع سابقہ منسوخ ہو گئیں۔

حضرت جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جو انہوں نے کسی اہل کتاب سے لی تھی۔ اس کو آنحضرتؐ کے سامنے پڑھا تو آپؐ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب! کیا اپنے دین کے معاملہ میں تم لوگ بھی کچھ حیرت میں (امتھوکون) مبتلا ہو؟ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں تمہارے پاس ایک روشن صاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ اہل کتاب سے دین کی بات مت پوچھا کرو۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی اس کے سوا گنجائش نہ تھی کہ وہ میری ہی پیروی کرتے۔

Marfat.com

آپؐ کی بعثت بعثتِ عامہ و کبریٰ ہے جو کتاب آپؐ کو دی گئی وہ ایک عالمگیر قانون ہے جس نے عبادات ، معاملات و معاشرہ ، سیاست و حکومت ، عدل و مساوات اور اقتصاد و معاش کے وہ جامع اصول بیان فرمائے کہ اگر نظام حکومت میں جاری ہو جائیں (جس کی امید اور توقع ہے) تو امن و سلامتی کی لہر دوڑ جائے اور اللہ کی طرف سے برکتیں نازل ہوں۔

عدل و مساوات کے شہنشاہ نے حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں عدل و مساوات کے جو اعلان فرمائے وہ زرین اصول اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔ فرمایا "الا کل شی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع" "ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔"

آپ نے آقا و غلام شاہ و گدا امیر و غریب کے جاہلی امتیازات کو اس ارشاد سے مٹایا۔ فرماتے ہیں "ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی" ہاں لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے ہاں عربی کو عجمی پر ، عجمی کو عربی پر ، سرخ کو سیاہ ، سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے اور فرمایا تمہارے غلام ، تمہارے غلام۔ جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔ نبوت کا منادی خاندانی فخر کا بت اس طرح توڑتا ہے فرمایا جاہلیت کے خون باطل کر دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ربیعۃ بن الحارث کا خون باطل کر دیتا ہوں۔

عدل و مساوات کا بادشاہ، ہدایت ربانی کا مجموعہ خود اپنے دست مبارک سے امت کو سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے "و انی قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعد ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ" میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو تم ہر گز گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کیا ہے کتاب اللہ۔

کتب احادیث میں آپؐ کے خصوصات و قضایا اور فیصلوں کا اتنا ذخیرہ موجود ہے جن کی تفصیلات اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں۔

Marfat.com

کتاب الحدود ، کتاب الدیات ، کتاب القصاص اور کتاب البیوع قابل مراجعت ہے ۔ مشتے نمونہ از خروارے حوالۂ قرطاس ہیں ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ جب آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے ۔ تحقیق میں نے زنا کیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا ۔ پھر وہ شخص آپؐ کے چہرہ مبارک کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔ اور کہنے لگا ۔ تحقیق میں نے زنا کیا اسی طرح اس نے چار بار اقرار کیا ۔ پھر حضورؐ نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ تجھے جنون تو نہیں ۔ اس نے کہا کہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو محصن ہے ؟ تو کہا ہاں یا رسول اللہ ۔ فرمایا لے جاؤ اس کو سنگسار کرو ۔ چنانچہ وہ سنگسار کیا گیا اور وہ مر گیا ۔

ایک مخزومیہ عورت کے حال نے صحابہ کرامؓ کو فکر میں ڈالا جس نے چوری کی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرما دیا تھا ۔ صحابہ کرامؓ نے باہمی مشورہ سے حضورؐ کے پیارے حضرت اسامہؓ کو سفارشی مقرر کیا کہ کسی کو بجز حضرت اسامہؓ کے کلام کرنے کی جرأت نہ تھی ۔ حضرت اسامہؓ نے اس بارے میں بطور درخواست سفارش کی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود اللہ میں سفارش کرتا ہے ۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا "تم سے پہلے ایسے لوگ ہلاک ہوئے کہ کوئی شریف قوی چراتا تو اس کو چھوڑ دیتے ۔ اگر کوئی غریب چراتا اس پر حد جاری کرتے اور قسم ہے اللہ کی تحقیق اگر بیٹی محمد کی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹوں "لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا" لاریب حضورؐ قضا کے سربراہ اور عدل و مساوات کے شہنشاہ تھے ۔

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

Marfat.com

سیرت کی اہمیّت

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ و علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی الہ و اصحابہ وسلم ۔

امابعد ۔ صاحب صدر گرامیٔ قدر ومعزز علماء کرام ۔ مشائخ عظام و دیگر حاضرین السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔ میں یہ اپنی سعادت اور خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے ناکارہ کو اس بابرکت اور باسعادت مجلس میں شرکت کا موقعہ دیا گیا ۔

میں محکمہ اوقاف پنجاب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بابرکت کانفرنس کی کامیابی پر چیف ایڈمنسٹریٹر جناب آفتاب احمد خان صاحب اور ان کے رفقاء کار کو مبارکباد دیتا ہوں ۔

سیرت کی اہمیت

خدا کے قرب اور حصول معرفت کے لیے با اعتماد صرف دو ذرائع ہیں ۔

(۱) قرآن مجید (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ۔ لیکن ان دو ذرائع سے تب فیض یاب ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ صحیح قسم کی نسبت حاصل ہو ۔

قرآن مجید سے نسبت قائم کرنے کے لیے نیت کی پاکیزگی ، قرآن مجید کو برتر کلام ماننا ، قرآن مجید کے تقاضوں کے مطابق بدلنے کا

Marfat.com

عزم کرنا اور قرآن مجید میں تدبر کرنا شرط اول ہے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کے لیے بھی تین شرائط ہیں ۔ (۱) عظمت ۔ (۲) اطاعت ۔ (۳) محبت ۔

انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے ۔ لیکن وہ اس خطاب اور فضیلت کا مستحق اسی صورت میں قرار پا سکتا جبکہ مکارم اخلاق کے اعتبار سے باقی ساری مخلوق پر فائق ہو لیکن انسان کو جس غرض کے لیے پیدا کیا گیا تھا اور اس کی کامیاب زندگی کے لیے جو قواعد و اصول نازل کیے گئے تھے انھیں وہ یکسر فراموش کر کے خواہشات ذہنی کے تابع ہو گیا اس لیے اشد ضرورت تھی کہ اسے ضلالت اور کفر کے راستہ سے ہٹا کر ہدایت و شرافت کی صراط مستقیم پر لایا جائے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے رب کائنات نے اپنے بندوں کی رشدو ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ۔ تاکہ وہ احکام خداوندی لوگوں تک پہنچائیں ۔ اور خود عملی نمونہ ان کے سامنے رکھیں ۔ خدائے بزرگ و برتر کی بھیجے ہوئے سوا لاکھ برگزیدہ ہستیوں نے دعوت الی الحق کا مقدس فریضہ ہمت و استقامت کے ساتھ سرانجام دیا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم کا صفحہ صفحہ بلکہ سطر سطر انگشت شہادت بن کر زبان حال سے اس ناقابل انکار صداقت کا اعلان کر رہی ہے کہ کسی رسول و پیغمبر اور داعی حق کی سیرت و کردار کا ہر جزئیہ اور کتاب اعمال کا ہر لفظ کلیتہً ایسی صحت اور درستگی سے محفوظ و موجود نہیں جیسا کہ رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیفہ حیات کا محفوظ و موجود ہے قرآن و حدیث اس ارفع و اقدس اسوۂ حسنہ کی یکتائی اور بے مثالی پر شاہد عادل اور گواہ ناطق ہیں دنیا کے تمام ہادیوں میں یہ خصوصیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کی شخصیت چودہ صدیوں سے اپنے حقیقی رنگ میں محفوظ ہے۔ آپ کی پیغمبرانہ زندگی ، معاشرتی زندگی ، ازدواجی زندگی ، سیاسی زندگی ، معاشی زندگی ، عسکری زندگی ، معاملہ زندگی ، آپ کے شمائل مبارک ، نظافت پسندی ، والدین کے حقوق ، اولاد کے حقوق ، ہمسائے کے حقوق ، غلاموں اور زیردستوں کے حقوق

Marfat.com

عام انسانی حقوق ، جانوروں کے حقوق ، صدق ، میانہ روی ، ایثار ، اخوت ، رحم ، عدل و انصاف ، شرم و حیا ، عفت و پاکبازی ، امانت و دیانت ، صبر و تحمل ، انکساری و تواضع ، جو دو سخا ، زہد و قناعت ، اتحاد و اتفاق ، شجاعت و بہادری ، اکل حلال ، ایفائے عہد ، امارت و تجارت ، امر بالمعروف نہی عن المنکر ، اصول حکمرانی ، حاکم و محکوم کے درمیان محبت کا علاقہ ، اسلامی حکومت کے بنیادی اصول ، وغیرہ کے متعلق ارشاداتِ گرامی اور عملی نمونے آج تک لفظ بہ لفظ ، حرف بحرف موجود و محفوظ ہیں ۔

"گذشتہ انبیاء علیہم السلام قرآن کے آئینہ میں"

یہ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہر پیغامبر ، ایک قوم ، ایک قبیلہ،ایک علاقہ ، ایک زمانہ اور ایک زبان والوں کے لیے مبعوث ہوتے رہے یہی وجہ ہے کہ ہر پیغمبر ایک قوم یا قبیلہ کا نام لے کر اس سے خطاب کرتے رہے جیسے "لقد ارسلنا نوحاً الی قومہ فقال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ (سورہ ہود) "والی ثمود اخاھم صالحا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ و الی عاد اخاھم ھوداً قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ و الی مدین اخاھم شعیباً قال یقوم اعبدواللہ مالکم من الہ غیرہ (ھود)

حضور ﷺ کی ذات گرامی قرآن و حدیث کے آئینہ میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صرف ایک خاص قوم یا قبیلہ کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے پیغام ہدایت لے کر آئے ہیں ۔ ارشاد ہے "یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموت و الارض" (اعراف) ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "و ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیر و نذیرا و لکن اکثر الناس لا یعلمون" (السبا) ۔ "و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری ، اقوام کی یگانگی ، رنگتوں کا اختلاف ، زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی

Marfat.com

ولولہ ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور ، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا اور بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جا کر اسے "ادعونی استجب لکم" کی قدسی آواز سے آشنا کر دیا اور جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے اور جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے اور جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا درد مند بنایا ۔ وہ غریب کے محب، مسکین کے ساتھی ، شاہوں کے تاج ، آقاؤں کے آقا ، غلاموں کا محسن ، یتیموں کا سہارا ، مساوات کا حامی ، اخوت کا بانی ، صدق کا منبع، صبر کا معدن ، خاکساری کا نمونہ اور رحمت ربانی کا پتلا ہے ۔ اللہ رب العلمین ، کعبۃ اللہ ھدی للعالمین اور قرآن مجید ذکر للعالمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمۃ للعالمین ہے ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین" رب العلمین ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات پر بند ہے ۔ ھدی للعلمین کعبہ پر ، اور ذکر للعالمین ہونا قرآن پر ، اور رحمت للعالمین اور خاتم النبیین ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بند ہے ۔ جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے "یایھا الناس ان ربکم واحد و ابا کم واحد و دینکم واحد لا نبی بعدی و لا امۃ بعدکم" (کنزالعمال) دوسرا ارشاد ہے "فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض مسجدا و طھوراً و ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون" (صحیح مسلم)

بعثت کا مقصد

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ" (ال عمران) اس آیت کریمہ میں اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو احسان سے تعبیر فرمایا اور آپؐ کے مقصد اور منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ کے تین

Marfat.com

اہم کاموں کا اصولی حیثیت سے ذکر فرمایا یعنی ۱- تلاوت آیات ۲- تذکیہ نفوس - ۳- تعلیم کتاب و حکمت ۔

آنحضرت ﷺ کی مختلف حیثیتیں

ارشاد ہے "یایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا" اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات حمیدہ کا بیان ہے ۔

۱- آپ ؐ شاہد ہیں یعنی قرآنی تعلیمات پر گواہ ۔ آپ ؐ کا ہر عمل قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے ۔

۲- آپ ؐ بشیر ہیں یعنی اہل حق اور نیکوکاروں کو جنت ابدی کی راحت سرمدی کی بشارت دینے والے ۔

۳- آپ ؐ نذیر ہیں یعنی اہل باطل اور بداعمالوں کے برے انجام سے خبردار کرنے اور ڈرانے والے ہیں ۔

۴- آپ ؐ داعی الی اللہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو اس کے حکم سے دعوت دینے والے ہیں ۔

۵- آپ ؐ روشن آفتاب ہیں یعنی جس طرح آفتاب کے طلوع کے بعد تاریکی دور ہو جاتی ہے ۔

اسی طرح آپ ؐ کی بعثت سے کفر و جہالت کی ظلمت کافور ہو گئی اور آپ ؐ کا وجود مبارک آفتاب عالم تاب بن کر چمکا اور تمام عالم مطلع انوار ہو گیا ۔

آنحضرت ﷺ بحیثیت شارع

ارشاد ہے "الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ و الانجیل یامرھم

Marfat.com

بالمعروف و ینهاهم عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث و یضع عنهم اصرهم و الاغلال التی کانت علیهم فالذین امنوا به و عزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اوصاف کی توضیح فرمائی :

۱- یہ رسولؐ امی ہے اس کے باوجود یہ کتنا بڑا کمال ہے کہ علوم و معارف اور حقائق غامضہ ظاہر کرتا ہے یہی معجزہ اس پر ایمان لانے کے لیے کافی ہو سکتا ہے -

۲- تم یہود و نصری کی تورات و انجیل میں اس کا واضح ذکر پڑھتے ہو اور اس کی نشانیاں جانتے ہو اس نبی امی میں یہ صفت ہے کہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے -

۳- پاکیزہ چیزوں کو تم پر حلال ٹھہراتا ہے اور جو پہلی شریعت میں یہود پر محض ان کی سرکشی اور شرارت کی بنا پر بطور سزا حرام قرار دی گئیں تھیں یہ صرف انہی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے جو گندگی ہیں جس سے جسمانی اور روحانی امراض کے خطرات ہیں -

۴- اس نبی امی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے بوجھ اتارتا اور قیود اور بندشوں کو کھولتا ہے اور ناقابل فہم عقیدوں ، وہم پرستی اور پیشواؤں کی غلامی سے تم کو آزاد کرتا ہے -

ان توضیحات کے بعد فرمایا کہ وہی لوگ فلاح پائیں گے جن میں تین باتیں پائی جائیں گی :

۱- اس نبی امی کو سچے دل سے اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والے مانیں گے -

Marfat.com

۲- جس عظیم مقصد و منشا کے تحت اس نبی کو مبعوث کیا گیا ہے اس مقصد میں اس کی مدد کریں گے ۔

۳- عبادات ، معاشرت ، معیشت اور تمدنی امور غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اس رسول کی نقل اور پیروی کو اپنا نصب العین بنائیں گے ۔

رسالت کے تقاضے

اتباع جیسا کہ ارشاد ہے ۔ "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔"

"قل اطیعوا اللہ و الرسول" ان آیات میں یہ اشارہ کیا گیا کہ وہ ترے زبانی دعوے یا اپنے مجوزہ طریقوں سے خدا کے محبوب نہیں بن سکتے بلکہ اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے اس اطاعت ہی کی برکت سے بخشش ہو گی اور رحم کیا جائے گا ۔

آپ ﷺ کے آداب

"یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" (الحجرات) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے بات کرنے کا حکم دیا اور اونچی آواز سے بات کرنے پر عمل کے بیکار ہونے سے خبردار کیا ۔

آپ ﷺ سے محبت

"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم" (الاحزاب) اس آیت شریفہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے درمیان ایک خاص رشتہ بنایا ہے جو تمام مادی رشتوں سے ارفع و اعلیٰ ہے اور جس پر تمام دنیا کے مومنوں

Marfat.com

کو بجا طور پر فخر حاصل ہے ۔

آپ ﷺ کا خلق عظیم

"ن و القلم و ما یسطرون ما انت بنعمة ربک بمجنون ۔ و ان لک لاجرا غیر ممنون ۔ و انک لعلی خلق عظیم"۔

آپ ﷺ کی سنت

"عن علی رض قال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن سنته فقال المعرفة راس مالی و العقل اصل دینی و الحب اساسی ، و الشوق مرکبی ، و ذکر الله انیسی ، و الثقة کنزی ، و الحزن رفیقی ، و العلم سلاحی ، و الصبر ردائی ، و الرضا غنیمتی ، و العجز فخری ، و الزهد حرفتی ، و الیقین قوتی ، و الصدق شفیعی ، و الطاعة حسبی ، و الجهاد خلقی ، و قرة عینی فی الصلوة"۔

غرضیکہ حضورؐ کی سیرت طیبہ میں وہ جامعیت موجود ہے جو دوسرے انبیاء کی سیرتوں میں نہیں ۔

۱۔ یتیموں کو عبداللہ کے یتیم کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ آپؐ نے دور طفولیت میں کس انداز سے زندگی بسر فرمائی دودھ پینا شروع کیا تو رضاعی بھائی کے حقوق کی حفاظت فرمائی ۔

۲۔ نوجوانوں کو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین خلائق کے کریکٹر کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جن کا حسن اس قدر شہرہ افاق تھا کہ چودھویں کے چاند کی کیا طاقت کہ مقابلہ کر سکے مگر تقوی و طہارت اس قدر کہ پورے مکہ معظمہ میں ایک شخص بھی بے محل نگاہ اٹھ جانے کا شکوہ زبان پر نہیں لاتا بلکہ ان کی دیانت و امانت و صداقت کے معترف ہیں ۔

Marfat.com

۳- علماء کرام معلم الکتب و الحکمۃ کی مشفقانہ زندگی کو غور سے پڑھیں - مشائخ عظام اصحاب صفہ کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے والے کے حالات کا مطالعہ کریں -

۴- مہاجرین حضرات کفر کی چمکتی ہوئی تلواروں کے درمیان سے تشریف لے جانے والے محبوب کبریا کی زندگی پر غور کریں -

۵- تبلیغ کرنے والے کوہِ فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر احکام الٰہی کی ترجمانی کرنے والے مبلغ کے اندازِ تبلیغ کو دیکھیں -

۶- فاتح "الیوم یوم الملحمۃ" کے الفاظ سن کر "الیوم یوم المرحمۃ" کہنے والے کے قلب و جگر کی بیعت کو دیکھ کر عدل و انصاف کو اپنائیں -

آپ ﷺ کی تعلیمات کی اہمیت

لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین توحید ہے - آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دین روحانیت کا مذہب ہے - اخلاق حسنہ کا معلم ہے اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلے کو حل کیا - اسلام ہی علم و علماء کا حامی ہے - اسلام ہی دین العمل ، اسلام ہی بانی اخوۃ ہے - اسلام ہی نے انسان کے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا -

اسلام ہی غیر متعصب دین ہے - اسلام ہی دین المحبۃ ہے - اسلام ہی مساوات کا بانی ہے - اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا - اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی - اسلام ہی نیکی کا مذہب ہے - اسلام ہی پارسائی کا مذہب ہے - اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے - و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین -

Marfat.com

مفتی غلام مصطفےٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلاموں سے حسنِ سلوک

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل پوری دنیا پر کفر و شرک کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے ۔ جبر و استبداد کا دور دورہ تھا ۔ طاقت ور کمزوروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے ۔ انسانی قدریں دم توڑ چکی تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازنے کے لیے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ارشاد فرمایا : "وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین"[1] (اے محبوب) " نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ۔" رحمۃ للعالمین کے جلوہ فگن ہوتے ہی باغ عالم میں بہار آ گئی ۔ آپ کا حسین تبسم بے بسوں اور بے کسوں کے لیے پیغام راحت و مسرت ثابت ہوا ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وجود مسعود مسکتی اور دم توڑتی انسانیت کے لیے پیام حیات بن گیا ۔ آپ بے سہاروں کا سہارا اور بے قراروں کا قرار بن کر تشریف لائے ۔ آپ آئے تو مظلوموں کو ظلم سے نجات ملی اور جبر و استبداد کی چکی میں پسنے والوں کو مصائب و آلام سے چھٹکارا نصیب ہوا ۔ کون نہیں جانتا کہ ظہور اسلام سے قبل غلاموں کے ساتھ انسانیت سوز مظالم کیے جاتے تھے ۔ انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا ۔ زندگی کی تمام تر صعوبتیں ان کا مقدر بن چکی تھیں اور وہ یکسر احساس محرومی کا شکار تھے لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے معاشرے کے اس مظلوم و معتوب طبقے کو باعزت

۱۔ الانبیاء : ۱۰۷

Marfat.com

مقام عطا فرمانے کے لیے ان کی آزادی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو تحریک اسلامی کا اہم جزو بنا لیا تاکہ وہ بھی زندگی کی راحتوں سے ہمکنار ہو سکیں اور قعرمذلت سے نکل کر عزت کی بلندیوں تک پہنچ سکیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے وقت لوگوں کو غلام بنانے کے دو طریقے رائج تھے ۔ ایک یہ کہ طاقت ور لوگ کمزوروں کی متاع آزادی چھیننے کے لیے خفیہ طور پر اچانک ان پر حملہ کر دیتے اور ان کے مرد و زن کو اپنے قبضے میں لینے کے بعد انہیں غلام بنا کر فروخت کر دیا کرتے تھے اور اس طرح ان بے بسوں اور مجبوروں کی زندگی کا ایک وحشت ناک دور شروع ہو جاتا ۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جنگ کے دوران مفتوح قوم کے مردوں اور عورتوں کو فاتح قوم غلام بنا لیا کرتی تھی اور اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کی متاع آزادی کو سلب کر لیا جاتا تھا ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے غلامی کی اس مذموم رسم کو مٹانے کے لیے اور نسل انسانی کو طوق غلامی سے نجات دلانے کے لیے سب سے پہلے طاقت کے بل بوتے پر چوری چھپے حملہ کر کے لوگوں کو غلام بنانے کے اس فعل کو حرام قرار دیا ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے : "ماکان للنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ۔"[1] "نبی کے شایان شان ہرگز نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی ہوں ۔ جب تک کہ وہ زمین پر جنگ کر کے غالب نہ آئے" یعنی جنگ کے بغیر کسی کو چوری چھپے اپنے قبضے میں لے کر غلام بنانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور اسلام اسے ایک بزدلانہ فعل قرار دیتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہجرت کے بعد اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے خلاف ہولناک سازشوں میں مصروف تھیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تین اشخاص پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت کو اہل مکہ کے عزائم معلوم کرنے کے لیے خفیہ طور پر مکہ مکرمہ بھیجا ۔ ان مسلمانوں کو کفار مکہ کے تین آدمی اتفاقاً مل گئے ۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا ۔ ان میں سے ایک قتل ہو گیا اور دو کو قیدی بنا کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا ۔ رحمت

۱۔ الانفال : ۶۷

Marfat.com

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اس فعل کو پسند نہ فرمایا ۔ مقتول کا خون بہا ادا کیا اور قیدیوں کو رہا فرما دیا ۔ آپ نے اپنے اس مبارک اقدام سے مسلمانوں پر اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ اسلام کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ آزاد انسانوں کو متاع حریت سے محروم کر دیں اور باقاعدہ جنگ کیے بغیر کسی کو غلام بنا لیں لیکن کسی کے ذہن میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ اسلام نے چوری چھپے حملہ کر کے لوگوں کو غلام بنانے سے منع کیا ہے لیکن جنگ کے بعد جو لوگ فاتح قوم کے ہاتھ لگیں ان کو اسلام غلام بنانے کی اجازت دیتا ہے ۔ اس طرح تو اسلام نے دور جاہلیت کی اس رسم کو نہ مٹایا بلکہ اسے برقرار رکھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس غلط فہمی کا قلع قمع کرنے کے لیے ارشاد فرمایا :

"فاذالقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذآ اثخنتموھم فشدو الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب او زارھا ۔[۱]" "پس جب تم ان لوگوں سے لڑو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو ۔ یہاں تک کہ جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو ۔ پھر یا تو احسان کر کے یا انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دو ۔ یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے ۔" یعنی اگر جنگ ناگزیر ہو جائے اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے تو ان کی یہ قید عارضی ہو گی ۔ اختتام جنگ کے بعد ان پر احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق خود بھی جنگی قیدیوں سے یہی برتاؤ کیا کرتے تھے۔ صرف غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا گیا ۔ یہ درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے یک لخت غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم نہ دیا ۔ کیونکہ اس طرح ایک طرف تو ان غلاموں کے مالکوں کو مالی نقصان پہنچتا دوسرے آزاد شدہ غلام بے روزگاری کا شکار ہو جاتے جس سے کئی معاشی ، معاشرتی اور اقتصادی مسائل پیدا ہو جاتے۔ یعنی وہ لوگ کاسۂ گدائی

۱- محمد : ۴

Marfat.com

ہاتھ میں لے کر بھیک مانگتے یا مجرمانہ زندگی اختیار کر لیتے ۔ اور یہ دونوں چیزیں اسلام کی روح کے خلاف تھیں ۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے فی الفور غلاموں کو آزاد کر دینے کی بجائے پہلے ان کے آقاؤں کو ان سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ۔ اور آپ ؐ نے انہیں معاشرتی ، اخلاقی ، اور آئینی حقوق عطا فرمائے ۔ تاکہ اسلامی معاشرے میں غلاموں کو احساسِ محرومی کی بجائے اپنی عظمت کا احساس ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی جنگ میں مسلمانوں کا کوئی غلام کسی کافر کو امان دے دیتا تو اس کی دی ہوئی امان کا امیر لشکر اس طرح پابند ہوتا تھا جیسے کسی آزاد مسلمان کی دی امان کا اسے احترام کرنا پڑتا تھا ۔ ابو داؤد شریف میں حدیث ہے ۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سردار کو کہا ۔ "ان عبد المسلمین من المسلمین و ذمتہ ذمتھم یجوز امانہ " "بے شک مسلمانوں کا غلام بھی مسلمانوں میں سے ہے اور اس کی امان مسلمانوں کی امان ہے اور ان کے لیے امان دینا جائزہ ہے ۔"

پھر حضور علیہ السلام نے غلاموں کو آقاؤں کے برابر حقوق دینے کے لیے خصوصی احکامات نافذ فرمائے تاکہ معاشرے کا یہ مظلوم طبقہ عزت و شرافت کی زندگی بسر کر سکے ۔ اس لیے آپ نے ان غلاموں کے مالکوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ۔ "فلیطعمہ من طعامہ و لیلبسہ من لباسہ ولا یکلفہ ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ ۔" (ترمذی) "پس چاہیئے کہ آقا اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے اور اپنے لباس میں سے پہنائے اور اس کو اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ بتائے ۔ اگر بتا ہی دے تو پھر اس کے ساتھ مل کر خود بھی وہ کام کرے ۔" جو لوگ غلاموں کے ساتھ مل بیٹھنے کو اپنے وقار کے خلاف سمجھتے تھے ان کے متعلق فرمایا ۔ "لعن اللہ قوماً یرغبون عن ارقائھم ان یناکلوامعھم ۔" "اللہ تعالیٰ اس قوم پر لعنت بھیجتا ہے جو اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو پسند نہیں کرتی ۔" زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے غلاموں کو انتہائی بےدردی سے مارا کرتے تھے ۔ لیکن حضور علیہ السلام نے غلاموں کی مارپیٹ کو جرم قرار دیا ۔ اور آپ نے فرمایا ۔ "من لطم مملوکہ او ضربہ فکفارتہ ان یعتقہ ۔" "جو شخص اپنے غلام کو

Marfat.com

طمانچہ مارے یا اسے پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کر دے ۔" عبداللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ۔ "جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کم اعفو عن الخادم فصمت عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال یا رسول اللہ کم اعفو عن الخادم قال کل یوم سبعین مرۃ ۔" "اس شخص نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ میں اپنے غلام کو دن میں کتنی مرتبہ معاف کروں آپ خاموش رہے ۔ اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر (۷۰) مرتبہ معاف کر دیا کرو ۔" حضور علیہ السلام نے غلاموں کو ہر طرح سے تحفظ دینے کے بعد ان کے مالکوں کو انہیں آزاد کر دینے کی رغبت دلانے کے لیے بھی کئی مؤثر اقدام فرمائے ۔ بہت سے گناہوں کی معافی کو غلاموں کی آزادی سے متعلق فرما دیا ۔ جیسے کفارہ قتل خطا ، کفارۂ ظہار ، کفارۂ یمین وغیرہ میں غلام آزاد کرنے کا حکم بھی دیا ۔ تاکہ کسی طرح انہیں اس قید غلامی سے نجات مل سکے ۔ کہیں ارشاد فرمایا ۔ "من اعتق نسمۃ اعتق اللہ لکل عضو منھا عضواً من النار ۔" (بخاری) "جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس شخص کے اعضاء کو دوزخ سے آزاد فرما دے گا ۔"

غرضیکہ اس محسنِ انسانیت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی زندگی میں ایک حسین انقلاب برپا کر دیا اور معاشرے کے اس مظلوم طبقے کو ذلت کی پستیوں سے نکال کر عزت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دیا ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا

Marfat.com

سیّد خلیل احمد قادری

عورتوں کے حقوق

ارشاداتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں

ارشاد باری تعالی ہے "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" عورتیں تمہارے لیے پوشاک ہیں اور تم ان کے لیے پہناوا ہو اس آیت کریمہ میں عورتوں اور مردوں کے باہمی تعلق کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

مرد اور عورت انسانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جو آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں ہے ، معاشرت کی بنیاد ان دونوں پر ہے اور معاشرتی زندگی میں اس کی ابتدا عائلی زندگی سے ہوتی ہے عائلی زندگی کے دونوں اہم کردار ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عائلی زندگی کو اہمیت حاصل ہے اور معاشرت پر زور دیا گیا ہے جبکہ راہبانہ طرز زندگی یا ترک دنیا کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے ارشاد نبوی ہے " لارھبانیۃ فی الاسلام" "اسلام میں ترکِ دنیا یا رھبانیت نہیں ہے" اس لیے کہ راہبانہ زندگی عملی زندگی سے فرار کی ایک صورت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی رہو مگر اس طرح کہ تم دنیا سے مغلوب نہ ہو اور دنیا سے اسی قدر لو جس قدر ضروری ہے ، اسلام کا عائلی زندگی کا نظام بہترین معاشرت کا آئینہ دار ہے ، اس نظام میں جہاں اس کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے وہاں حقوق و فرائض کی بھی ٹھوس تلقین کی گئی ہے ، فرائض سے مراد ایک فرد کی ذمہ داریاں ہیں

Marfat.com

اور حقوق سے مراد دوسرے فرد کے لیے ان ذمہ داریوں کو نبھانا ہے ، اسلام میں حقوق کی تقسیم تین طرح سے ہے ۱۔ اللہ کا حق بندوں پر ۲۔ بندوں کا حق اللہ پر، ۳۔ بندوں کا حق بندوں پر ۔ اللہ کا حق بندوں پر، یہ ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی اور کو الہ مانیں ، بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ خدا انھیں روزی بہم پہنچائے ، بندوں پر حق بے شمار ہیں جیسے ماں باپ کے حقوق اولاد پر ، اولاد کے حقوق ، رشتہ داروں کے حقوق ،پڑوسی کے حقوق، شہری کے حقوق ، استاد و شاگرد کے حقوق وغیرہ اسی طرح سے میاں بیوی کے حقوق ، حدیث پاک میں آیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دفتر تین طرح کے ہیں نیکیوں کا ، برائیوں کا اور بندوں کے حقوق کا ، عین ممکن ہے کہ پروردگار نہ ہی نیکیوں کے بارے میں پرسش فرمائے اور نہ ہی برائیوں کے سلسلہ میں سے کچھ پوچھے مگر جس دفتر کے بارے میں ضرور پوچھے گا وہ بندوں کے حقوق ہیں لہذا بندوں کے حقوق کا التزام ایسا امر ہے جس سے چارہ نہیں ، اس امر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ شہید کا اسلام میں یہ درجہ و مرتبہ ہے کہ ارشاد باری ہے "شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور ہاں تمھیں شعور نہیں" شہید کے سارے ہی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے اور وہ اس لیے کہ قرض کا تعلق بندوں کے باہمی حقوق سے ہے ، لہذا حقوق العباد وہ نازک ترین مرحلہ ہے جس کی حفاظت و صیانت بدیہی ہے اور جس میں سستی و کوتاہی آخرت کی پریشانیوں کا باعث ہے ، حقوق العباد میں عورتوں کے حقوق سرفہرست ہیں ، جس طرح "مردوں کے حقوق ہیں بعینہ اسلام میں عورتوں کے حقوق ہیں ارشاد ربانی ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" "اور ان کے لیے اسی چیز کے مثل ہے جیسا کہ ان پر ہیں دستور کے موافق" اس آیت میں عورتوں کے حقوق کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق لازم و ضروری ہیں اسی طرح سے مردوں پر بھی لازم ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی مکمل نگہداشت کریں اور ان کی رعایت بجا لائیں یعنی ادائیگی حقوق کے سلسلہ میں طرفین کی ذمہ داریاں یکساں اہمیت کی حامل ہیں اور عورتوں کے حقوق کو مردوں کے حقوق

Marfat.com

کے مماثل ٹھہرایا گیا ہے ظہور اسلام سے قبل عورتوں کے لیے کوئی ضابطہ اخلاق نہ تھا اور نہ ہی حقوق کی کوئی بات تھی، عیسائیوں میں بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تقریباً چار سو سال تک اس موضوع پر شدومد کے ساتھ بحث ہوتی رہی کہ آیا عورت جنس انسانیت سے بھی ہے یا نہیں ، رومی ، یونانی اور ایرانی اقوام عورتوں کے بارے میں مختلف نظریات کی حامل تھیں ، عرب میں اسے پیدائش کے ساتھ ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا ، عورت پشتوں تک قابل تصرف تھی ، بھیڑ بکریوں کی طرح منڈیوں میں بیچی جاتی اور رومی علاقوں میں زینت محفل اور قضائے شہوت کے سوا کچھ مقام نہ رکھتی تھی ، برصغیر پاک و ہند میں اور عرب و غیر عرب ممالک میں "نیوگ" جیسے بے حیا ، عصمت سوز مراحل سے گزرتی ، یہ اسلام کا احسان ہے جس نے حوا کی بیٹیوں کو ان کا حقیقی مقام بخشا اور رشتوں کے اعتبار سے اس کے حقوق متعین کیے اور اس کی عظمت کو واضح کیا ، تعلیمات نبوی کی رو سے عورت اگر ماں ہے تو اس کے ساتھ احسان اور حسن سلوک حکم الٰہی ہے ، اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے ، اس کی نافرمانی حرام ہے بجز اس کے کہ وہ شرک و کفر کا حکم دے ، ماں اگر کافر اور مشرکہ بھی ہے تو اس کے ساتھ مہربانی کا حکم ہے حسن سلوک کی ہدایت ہے اس کا حق باپ کے حق سے تین گنا بڑھ کر ہے اگر اسے محبت کی نظر سے دیکھے تو اس کے لیے حج مقبول کا ثواب ہے اگر ماں ناراض ہے تو جب تک راضی نہ ہو جنت میں داخلہ ممکن نہیں اور نہ ہی خدا سے معافی مل سکتی ہے اگر اسے بڑھاپے نے ضعیف کر دیا ہے تو اف تک کرنے کا حکم نہیں ہے اگر زندہ نہیں ہے تو اس کے اقارب یہاں تک کہ سہیلیوں سے بھی بھلائی و خدمت کا حکم ہے ، اگر عورت حقیقی ماں نہیں ہے نسبی یا رضاعی ماں ہے تو اس کا حکم بھی حقیقی ماں کے مثل ہے ، اگر عورت بہن یا بیٹی ہے تو ان کے ساتھ حسن سلوک ، ان کی پرورش و تربیت کا حکم الٰہی ہے ارشاد نبوی ہے جو بیٹیوں میں مبتلا کیا گیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے بچانے کے لیے آڑ ہوں گی ، جس نے دو بچیوں کی خوب تربیت و پرورش کی وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوگا جس طرح یہ دو انگلیاں آپ نے انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی

Marfat.com

انگلی ملا کر بتایا ، بیٹیوں کا زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا گیا اور آپ نے بیٹیوں کا احترام اس طرح سکھایا کہ جب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سیدۃالنساء فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے ملنے کے لیے آتیں تو آپ ان کا اکرام فرماتے ان کے لیے کھڑے ہو کر استقبال کرتے ، پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے ، اگر وہ کبھی آزردہ ہوتیں تو دلجوئی فرماتے بیٹیوں کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار کفار کا چلن بتایا گیا ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے بیٹیاں رحمت ہیں ۔ عورت اگر بیوی ہے تو حکم الٰہی ہے "وعاشروھن بالمعروف" اور ان کے ساتھ دستور کے موافق معاشرت اختیار کرو ، ان کے ساتھ محبت شادی کا مقصود ہے آپ نے فرمایا ہے تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہے ، آپ نے فرمایا تم نے عورتوں کو خدا کی ضمانت پر اپنے نکاح میں لیا ہے تو تم ان کے حقوق کی نگہداشت کرو اگر وہ نافرمانی کریں تو ان کے منہ پر نہ مارو بلکہ اپنے بستر علیحدہ کر لو ، عورتوں کو صریحاً بے حیائی کے ارتکاب کے سوا گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی نکالی جائیں ، آپ نے فرمایا اگر تمہیں ان کی کوئی بات ناپسند ہے تو اس میں کئی باتیں پسندیدہ بھی ہوں گی لہذا تم انھیں ان کی خوبیوں کے پیش نظر پسند رکھو اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرو ، عورتوں کے حقوق میں سب سے اہم ان کے لیے شفقت و محبت ہے ، رشتہ' نکاح کا مقصود و مطلوب یہی ہے تاکہ فریقین کو باہمی سکون و طمانیت میسر آئے اگر ایسا نہ ہو تو شادی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور رشتہ' ازدواج کا یہ بندھن اپنی کشش کھو دیتا ہے ، دوسرے درجہ پر ان کے ساتھ حسن سلوک ہے حسن سلوک کا مطلب اچھا برتاؤ ہے ان کی ایذاؤں پر صبر ہے اور انتقامی کاروائی سے باز رہنا ہے ، تیسری اہم بات جو عورتوں کے حقوق میں لازمی ہے وہ ان کا نان و نفقہ ہے ، ہر موسم کے مطابق حسب حیثیت انہیں لباس مہیا کرنا اور کھانے پینے اور ضرورتوں کا مہیا کرنا ہے ، بے جا سختی سے پرہیز کرنا ہے ۔ وراثت میں اس کا حصہ ادا کرنا ہے ۔

اسلام نے عورتوں کے حقوق کی تفصیل بیان کی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ واضح کر دیا ہے کہ عورت فی نفسہ ضعیف و کمزور ہے

Marfat.com

ناقص العقل ہے اور ایسا طبعی و فطری امر ہے لہذا مردوں کو اس امر کا خیال لازم ہے کہ ان کی بہت سی کوتاہیاں اس وجہ سے بھی ہیں کہ وہ عقل میں کامل نہیں اور دین میں بھی اپنی بعض حالتوں کے پیش نظر ناقص ہیں اسی لیے حکم ہے کہ تم عورتوں پر سختی نہ کرو کیونکہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اگر تم سختی سے انہیں سیدھا کرنے کی سعی کرو گے تو یہ ٹوٹ جائیں گی لیکن سیدھی نہ ہوں گی لہذا ان کے حقوق کا بنیادی اور روشن پہلو ان کے ساتھ محبت و وسعت قلبی کا مظاہرہ ہے ، جس کا عشر عشیر بھی مذاہب عالم میں نہیں ملتا ، یہ سرکار کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ ہے جس سے عورتوں کے حقوق کی ٹھوس نشاندہی ہوتی ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نازک آبگینوں سے تشبیہ دی ہے ، اور ان شیشوں کی نزاکت کا ہر موقعہ پر لحاظ رکھا ہے ، اگر مرد کو طلاق کا حق ہے تو عورت کو خلع کا ، جھگڑا ہو تو حکم دونوں طرف سے ہوگا ، اس سے بڑھ کر مساوات کا تصور کیا ہو سکتا ہے، طلاق و بیوگی کی صورت میں نکاح ثانی کی مکمل اجازت ہے، ہاں جس امر کی پابندی ہے تو وہ عورت کے ہی حق میں مفید ہے جیسے پردہ وغیرہ اور اگر اس دائرہ احصان سے باہر نکلے گی تو اس کے حق میں ہی یہ امر تباہی کا موجب ہوگا ، عصر حاضر میں مساواتِ حقوق کے پردہ میں ناجائز مطالبات قوانین فطرت سے گریز ہے ورنہ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت کو عظمتوں شرافتوں کا نقیب بنایا ہے اور اسلام ہی وہ دین ہے ، جو عورتوں کے مکمل حقوق کی ضمانت دیتا ہے ۔

مولا کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

Marfat.com

مولانا شبیہ الحسنین محمدی

میزبانی اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین ۔

محترم صدر اور معزز حاضرین ! اسلام علیکم ۔

یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ انسان کسی خطۂ ارض میں پیدا ہوا ہو کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو ۔ اس کا کوئی بھی رنگ و روپ ہو ۔ اپنی غذا اور لباس ، صنعت و حرفت ، تعلیم و تربیت ، عقائد و اعمال ، غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں ہر سکون و حرکت میں نمونہ کا محتاج ہے ۔ آدمی جو کچھ بھی کرتا ہے ۔ کسی کو دیکھ کر کرتا ہے ۔ اگر زندگی کے مختلف مراحل میں اور حیاتِ مستعار کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اس کے سامنے کوئی نمونہ نہ ہو تو اس کے تمام اقوال و افعال لایعنی اور بےمعنی ہو جائیں اور انسان صورتاً انسان ہونے کے باوجود جانور سے بدتر ہو جائے ۔

چونکہ خالق انسان کے سامنے انسان کی یہ طبعی اور فطری احتیاج بے نقاب تھی کہ اسی کی پیدا کردہ تھی ۔ اس لیے سب سے پہلے انسان کو اپنا خلیفہ اور بعد میں آنے والے انسانوں کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ۔ باقی انبیاء اور مرسلین بھی حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے نمونہ کے طور پر آتے رہے ۔

Marfat.com

ان نبیوں اور رسولوں نے انسانوں کو خدارسی کے وسیلہ کی حیثیت سے تمام اچھے اخلاق کی عملی رہنمائی فرمائی ۔ (ہمارے زمانے یا ماضی کے کے مختلف معاشروں میں جہاں بھی اچھے اخلاق پائے گئے ہیں وہ سب خدا کے پیغمبروں کی رہنمائی کا اثر ہے ۔

'برے اخلاق پیغمبرانِ خدا کی ہدایات کی خلاف ورزی سے پیدا ہو جاتے ہیں شر بذات خود کوئی چیز نہیں ہے ۔ ترکِ خیر شر کا قالب اختیار کر لیتا ہے ۔

انبیاء نے جہاں اور بہت سے اخلاق سے اولادِ آدم کو آراستہ کیا خصوصیت سے مہمان نوازی کے جذبہ کو بیدار کرنے کی ہر نبی و رسول نے قول اور عمل سے تلقین فرمائی ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ تو اتنے مہمان نواز تھے کہ آپ نے اپنے مہمان خانہ کے چار دروازے بنائے تھے تاکہ مہمان کو مہمان خانہ میں داخل ہونے میں دیر اور دشواری نہ ہو اور کثرتِ مہمان نوازی کی وجہ سے خلیل اللہ کا لقب"ابو الضیفان" مشہور ہو گیا تھا ۔ جناب سارہ اور جناب ابراھیم بذاتِ خود میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے ۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جو فخر خلیل اللہ ہیں سنن ابراھیمی کو اجاگر کرنے پر مامور تھے ۔ اور آپ نے دیگر امور کے علاوہ مہمان داری کی سنت کو بھی بدرجۂ اتم اجاگر کیا ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپؐ کے اجداد جناب عبدالمطلب سے لے کر جناب اسماعیل و ابراھیم علیھا السلام تک بڑے مہمان نواز اور فیاض تھے ۔ جناب ہاشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ۔ ہاشم کہلاتے ہی اس لیے تھے کہ وہ شوربے میں روٹیوں کر توڑ کر بھگوتے تھے اور عرب کی یہ پسندیدہ غذا ہر آنے جانے والے کو پیش کرتے تھے ۔ جناب عبدالمطاب کا دروازہ مہمانوں کے لیے شب و روز کھلا رہتا تھا ۔ ابرہہ کی فوج نے جب جناب عبدالمطلب کے اونٹوں کو پکڑ کر اپنے قبضہ میں لے لیا ۔ تو آپ نے ابرہہ سے جا کر فرمایا کہ ہمارے پاس مہمانوں کی کثرت

Marfat.com

ہوتی ہے ۔ اور ہم ان سب کی میزبانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں ۔ اس لیے ہمارے اونٹ ہمیں واپس دے دو تاکہ اس عوامی خدمت میں کوتاہی نہ ہو جائے ۔

ظاہر ہے کہ ایسے فیاض اور مہمان نواز خاندان میں پیدا ہونا ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں جذبۂ میزبانی کی تکمیل کے لیے کافی تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے ساتھ خاتم الانبیاء بھی تھے ۔ اور آپؐ کی ذمہ داری تھی کہ ہر اچھے خلق کی تکمیل کر جائیں ۔

جیسا آپؐ نے فرمایا بھی ہے " انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" اور یہ ظاہر ہے کہ مہمان نوازی انسانی اخلاق میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتی ہے ۔ کہ اس کے خمیر میں سخاوت ، ایثار ، سیر چشمی اور جذبۂ رحم شامل ہیں ۔

حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم قبل اعلانِ نبوت اور بعد بعثت ہر مرحلۂ حیات میں مہمان نوازی کا فریضہ انجام دیتے رہے ۔ خصوصاً غریبوں کی ضیافت میں آپ اتنی دلچسپی لیتے تھے کہ آپ کا لقب "ابوالمساکین" مشہور ہو گیا تھا ۔

یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ پیغمبر اسلام نے جب بھی کسی کو ہدایت کی ہے ۔ اس پر پہلے خود عمل کیا ہے ۔ آپ برابر اپنے اصحابِ کرام کو مہمان نوازی کی تلقین فرماتے تھے ۔ بذاتِ خود مہمان کا بڑا احترام کرتے تھے ۔ خود مہمان کو "ماحضر" پیش کرتے تھے اور خود بھی مہمانوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے ۔ نیز مہمانوں کو آتے ہوئے دروازے سے خوش آمدید کہتے تھے ۔ جاتے ہوئے تا لبِ در خدا حافظ کہنے جاتے تھے ۔ اگر کوئی دوسرا فراموش نہ ہوتا تھا ۔ تو مہمانوں کے لیے اپنے دوش مبارک سے عبا اتار کر بچھا دیتے تھے ۔

ذخیرۂ احادیث میں مہمان نوازی کی عظمت و شرافت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات و آثار موجود ہیں ۔ میں ان میں سے چند کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔

Marfat.com

مشکوۃ شریف میں جناب ابوھریرہؓ سے روایت ہے۔ "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ"[1] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو ۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے" جناب شریح الکعبی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل ہوا ہے ۔

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من السنۃ ان یخرج الرجل مع ضیفہ الی باب الدار۔"[2]

(جناب ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا : کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کو گھر کے دروازے تک جا کر رخصت کرے) ۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تو ہمیشہ سب کے بعد تک کھاتے رہتے تھے ۔ تاکہ کوئی مہمان شرم کی وجہ سے بھوکا نہ رہ جائے ۔

"عن جعفر بن محمد عن ابیہ ۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم اذا اکل مع قوم کان آخرھم اکلا ۔"[3]

(جناب جعفر بن محمد روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب لوگوں کے ساتھ کھاتے تو سب کے بعد تک کھاتے رہتے) ۔

حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ کا یہ حکم بتلایا ہے کہ آپ نے فرمایا : کہ "جب دستر خوان پر چند لوگ اکٹھے کھانا کھائیں تو جب تک سب نہ کھا چکیں کوئی کھانا ترک نہ کرے اگر کسی وجہ سے اور

۱۔ مشکاۃ المصابیح ، کتاب الاطعمۃ ، باب الضیافۃ ۔
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً

Marfat.com

اٹھنا ضروری ہو ۔ تو معذرت کر کے اٹھ جائے ۔ تاکہ باقی لوگ اطمینان کے ساتھ کھانا کھاتے رہیں ۔"[1]

حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے ۔ "لایزال امتی علی خیر ما تحابوا وادو الامانۃ و اجتنبوا الحرام واقروا الضیف واقاموا الصلوۃ و آتوالزکوۃ فاذا لم یفعلوا ذالک ابتلوا بالقحط والسنین ۔"[2]

(میری امت کے لوگ خیر اور بھلائی پر رہیں گے ۔ جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے ۔ امانتیں ادا کرتے رہیں گے ۔ حرام سے بچتے رہیں گے ۔ اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے رہیں گے ۔ نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے رہیں گے ۔ اور جب یہ امور انجام نہ دیں گے ۔ تو تنگ دستی اور فاقہ مستی میں مبتلا ہو جائیں گے) ۔

اور حضرت علیؑ نے رسول اللہ کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے ۔

"الضیف دلیل الجنۃ"[3] ۔ (مہمان جنت کا رہنما ہوتا ہے) ۔

عاصم بن ضمیرہ نے روایت کی ہے ۔ "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد اللہ بقوم خیراً بعث الیھم ھدیۃ ۔ قالوا ماتلک الھدیۃ ؟ قال الضیف ینزل برزقہ و یرتحل بذنوب اھل البیت"[4] ۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب خداوند عالم کچھ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے پاس ہدیہ بھیج دیتا ہے ۔ لوگوں نے کہا وہ ھدیہ کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : وہ خدا کا تحفہ مہمان ہیں ۔ وہ اپنا رزق لے کر آتے ہیں ۔ اور صاحبِ خانہ کے گناہوں کو لے جاتے ہیں) ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "کل بیت لا یدخل فیہ الضیف لایدخلہ الملائکۃ" ۔[5] (جس مکان میں مہمان داخل

۱- مشکاۃ المصابیح ، کتاب الاطعمۃ ، باب الضیافۃ
۲- جامع الاخبار ۔ ۳- جامع الاخبار ۔ ۴- جامع الاخبار ۔
۵- ایضاً

Marfat.com

نہیں ہوتے اس میں فرشتہ بھی نہیں آتے) ظاہر ہے کہ ایسا گھر کنجوس کا ہو سکتا ہے - اور بخل اچھے انسانوں اور فرشتوں کے لیے قابل نفرت ہے - اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فرمائش "اکرموا الضیف ولوکان کافراً" (مہمان کا اکرام کرو اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو) - ہر کِہ اور مِہ کی زبان پر ہے - یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ مہمان کے تعلق میں دین و مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کسی قسم کا امتیاز برتا جائے - بلکہ ہر مہمان کا اکرام ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے - خصوصاً غیر مسلموں کے ساتھ اکرام کا برتاؤ اسلام کی عملی تبلیغ کی حیثیت رکھتا ہے -

مختصر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر بڑی فراخ حوصلگی اور سیرچشمی کے ساتھ میزبانی کے فرائض انجام دیتے رہے - اصحاب صفہ تو تقریباً سب کے سب آپ کے ہی مہمان رہتے تھے - بعض اوقات بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کرام بھی اصحاب صفہ کی میزبانی کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے -

امت مسلمہ نے ہر عصر اور دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مہمان نوازی کی بڑی خوش دلی کے ساتھ پیروی جاری رکھی ہے - آج بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تابناک سنت اور سیرت کی پیروی کریں کہ اس طرزِ عمل سے جذبۂ بخل کی موت واقع ہوتی ہے - اور حسنِ سخاوت کو زندگی ملتی ہے - باہمی الفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے ایک دوسرے کے دکھ ، درد میں شرکت کے مواقع فراہم ہوتے ہیں - اور اس طرح معاشرہ شرافت کی معراج تک پہنچ جاتا ہے -

Marfat.com

ابوالنصر منظور احمد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سخی

صدر محترم ، حضرات علماء کرام و معزز سامعین ۔

مجھے اس مقالہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر سخاوت کا پہلو پیش کرنا ہے چونکہ آپ رسول عالمگیر ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔

"انی ارسلت الی الخلق کافۃ" ۔ (میں پوری مخلوق کے لیے بھیجا گیا ہوں) ۔

لہذا آپ کی تمام صفات کو بھی عالمگیر صفات کے طور پر ماننا ہوگا ۔

اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصف عالمگیر نہ مانا جائے تو میرے خیال میں سیرت کا پہلو تشنہ تکمیل رہتا ہے ۔ ذکر سخاوت کے ساتھ یہ بات تو بداہۃً ثابت ہو جاتی ہے کہ سخی کے لیے ذی اثاثہ ، صاحب ثروت و تصرف ہونا بھی لازمی امر ہے اس امر کی طرف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اشارہ فرمایا ہے ۔
(بخاری شریف ج ۱ ، ص ۱۷۹)

"اعطیت مفاتیح خزائن الارض" ۔

اس عنوان کا ارشاد ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں جابر بن عبداللہ سے اور احمد و ابو یعلی نے عبداللہ بن مسعود سے ابن عبدالرب نے اپنی کتاب بھجۃ المجالس" میں نقل کیا ہے ۔

وصف سخاوت عفت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے ۔ جس طرح

Marfat.com

سخاوت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت ہے ، اسی طرح عفت کی باقی اقسام بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صفات جلیلہ ہیں ۔ جیسے حیا ، رفق ، حسن ہدی ، سالمت ، صبر ، قناعت ، وقار ، انتظام ، حریت ، ورع ۔

جود و سخا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تھی ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے ۔ رمضان مقدس کے مہینہ میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے ۔ (بخاری ، باب حد الزنا)

پوری زندگی کسی کے سوال پر "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا :
(بخاری ، بدءالوحی)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
'نہیں' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔"

"انما انا قاسم واللہ یعطی" ۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب بخاری شریف ، باب حسن الخلق والسخا ، میں نقل کیا ہے ۔ ایک شخص حاضر ہوا ۔ اس نے آپ کے ہاں بکریوں کا ریوڑ دیکھا اور سوال کر دیا ۔ آپ نے سب بکریاں اسے عطا فرما دیں ۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا ، لوگو ! اسلام قبول کر لو ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سخی اور فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کا خیال نہیں کرتے ۔

امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرہ افاق کتاب "صحیح مسلم شریف" میں آپ کے جود و سخا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے ۔ ایک شخص نے آ کر سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا چلو میرے ساتھ چلو ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے مکلف نہیں ہیں ۔ (کہ آپ ہر

Marfat.com

حالت میں دیں ایک اور صحابی حاضر تھے ، انھوں نے عرض کی آقا ! آپ دیتے جائیں ، رب العرش کا خزانہ وسیع ہے ۔ تنگدستی کا کیا ڈر ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر مسکراہٹ آگئی ۔ فرمایا ہاں مجھے بھی یہی حکم ملا ہے ۔

آپ کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ لوگ مانگنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ۔ "ادب المفرد" میں امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ایک بدو کا واقعہ نقل کیا ہے ۔ کہ عین اقامت نماز کے وقت ایک اعرابی آیا ۔ اور دامن کرم پکڑ کر کہا۔ حضور ! میری ایک حاجت باقی رہ گئی ہے ۔ ڈر ہے کہیں بھول نہ جاؤں ۔ اس کو پورا فرمائیے ۔ چنانچہ آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے ۔ اور اس کی حاجت برآری کے بعد نماز ادا فرمائی ۔

جو چیز آپ کے پاس آتی جب تک صرف نہ فرماتے مطمئن نہ ہوتے ۔ ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ ایک مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے چہرہ پر پریشانی کے آثار تھے عرض کی ۔ حضور ! خیر ہے : فرمایا کل جو سات دینار آئے تھے ۔ شام ہو گئی وہ بستر پر ہی پڑے رہ گئے ۔

(مسلم ، ج ۲ ص ۱۹۰)

بخاری شریف "کتاب الاستقراض" میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ وہ ایک رات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہے تھے ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔ ابوذر ! اگر احد پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ

تین راتیں گذر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے ۔

Marfat.com

ابوداؤد شریف (باب قبول ہدایا المشرکین) میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم صفت کا اس طرح ذکر موجود ہے کہ کسی علاقہ کے رئیس نے ایک مرتبہ غلہ لدئے ہوئے چار اونٹ دربار رسالت میں ہدیتہ پیش کیے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ غلہ فروخت کیا اور ایک یہودی کا قرض ادا کیا۔ پھر دربار رسالت میں آ کر اطلاع دی۔ فرمایا کچھ بچا تو نہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کچھ بچ گیا ہے۔ فرمایا جب تک کچھ باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ حضور! "کیا کروں کوئی سائل ہی نہیں۔" یہ رات حضور سید عالم علیہ السلام نے مسجد شریف میں بسر فرمائی۔ دوسرے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔ آقا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بریٔ الذمہ فرمایا ہے۔ جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اٹھ کر گھر تشریف لے گئے!

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری (باب یفکر الرجل الشی فی الصلوۃ) میں نقل کیا ہے۔ ایک مرتبہ نماز عصر پڑھ کر خلاف معمول گھر تشریف لے گئے۔ اور پھر فوراً واپس آ گئے۔ صحابہ کو جلدی چلے جانے اور واپس آ جانے پر تعجب ہوا۔ وجہ پوچھی، فرمایا مجھے نماز پڑھتے ہوئے خیال آ گیا تھا، کہ کچھ سونا گھر پڑا ہے۔ خیال ہوا کہیں ایسا نہ ہو رات ہو جائے اور یہ سونا گھر ہی میں پڑا رہے اس لیے جا کر اسے خیرات کرنے کی تاکید کر آیا ہوں۔

صحیح بخاری شریف باب الشجاعۃ فی الحرب میں امام بخاری نے نقل فرمایا ہے۔

Marfat.com

غزوہ حنین میں جو کچھ مال غنیمت ملا ۔ وہ تقسیم فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں بدؤوں کو پتہ چل گیا کہ یہاں سے سید الانبیاء کا گزر ہو رہا ہے ۔ دوڑ دوڑ کر آئے اور دامن رحمت سے لپٹ لپٹ کر مانگ رہے تھے۔ حضور سید عالم علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم ! اگر جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تمہیں دے دیتا ۔ اور پھر مجھ کو تم بخیل نہ پاتے ۔

بخاری شریف "باب القسمة" میں ہے کہ بحرین سے خراج کی کثیر رقم آئی ۔ اس سے قبل اس قدر دولت کبھی نہیں آئی تھی، فرمایا ۔ اسے صحن مسجد میں ڈال دو ۔ نماز سے فارغ ہو کر اس کی تقسیم شروع فرما دی ۔ جو سامنے آتا اسے دیتے جاتے ۔ حضرت عباس کو (جو غزوۂ بدر کے بعد دولت مند نہیں رہے تھے) ۔ اتنا دیا کہ اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے ۔ جب سب کچھ تقسیم ہو گیا ۔ تو پھر اٹھ کر تشریف لے گئے ۔

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم بس ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

بخاری شریف ، باب حسن الخلق میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون نے دربار گوہر بار میں ایک چادر ہدیۃ پیش کی ۔

ایک صاحب نے کہا کتنی اچھی چادر ہے آپ نے فوراً اسے عطا فرما دی ۔ لوگوں نے اس صحابی سے سخت درشت کہا ۔ کہ تم نے چادر کیوں مانگی ۔ تمہیں پتہ ہے ۔ انہیں خود ضرورت بھی تھی اور یہ بھی تمہیں پتہ ہے کہ وہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ۔ انہوں نے کہا مجھے سب باتوں کا پتہ ہے میں نے تو یہ چادر تبرک کے طور پر حاصل کی ہے تاکہ مجھے اس چادر کا کفن دیا جائے ۔

Marfat.com

فتح الباری ، کتاب الفرائض میں ہے کہ ۵۳ میں یہود میں سے مخیریق نامی ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کی موت کے بعد اس کے مشہور باغات ، صافیہ ، دلآل ، حسنی ، برقہ ، اعواف ، مشربہ ، ام ابراہیم یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے جائیں ۔ آپ نے یہ تمام باغات لے کر وقف فرما دیئے ۔ ان باغات کی آمدنی فقراء و مساکین پر خرچ ہوتی رہی ۔

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے ۔ ہجرت کے دوران جب سراقہ انعام کے لالچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے آئے تو اس موقعہ پر فرمایا ۔ "کیف بک اذا لبست سوارے کسری" کیا منظر ہو گا جب تو کسری بادشاہ کے سونے کے کنگن پہنے گا ۔ سراقہ فرماتے ہیں امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو مجھے کسی نے

آواز دی ۔"یا سراقہ ان عمر بن الخطاب یدعوک" (سراقہ تجھے عمر بن خطاب بلا رہے ہیں) ۔ میں وہاں پہنچا تو فرمایا ، سراقہ ۔ تجھے وہ واقعہ یاد ہے ، عرض کی ہاں امیر المؤمنین ، فرمایا ۔ "ہات یدک" ۔ (ہاتھ نکالو) ۔ چنانچہ

کنگن پہنا دیئے گئے ۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا ۔ شکر ہے رب قدوس کا جس نے کسری بن ہرمز کے کنگن سلب کر لیے اور سراقہ اعرابی کو پہنا دئیے ۔ اس واقعہ میں دشمنوں کو تاج پوشی کے عمل سے سخاوت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے ۔

حضور علیہ الصلوۃ و السلام فرماتے کرتے جو مقروض مر جائے اس کے قرض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے اور اگر مال چھوڑے تو وہ وارثوں کا ہے ۔

Marfat.com

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دوسرا پہلو بھی ہے - جو روحانی مدارج اور اخروی مقامات کی تقسیم سے متعلق ہے - اس کی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں -

صحیح مسلم شریف ، سنن ابن ماجہ ، معجم کبیر ، طبرانی میں سید نا ربیعہ بن کعب اسلمی کا واقعہ موجود ہے - ایک

مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے ان سے فرمایا - "سل" جو چاہو مانگو - عرض کی جنت میں آپ کی رفاقت کا متمنی ہوں -فرمایا ، اس کے علاوہ کچھ - عرض کی بس یہی ہے - انہیں موج میں آ کر جنت عطا کرنا سخاوت کا ایک پہلو ہے - سیدنا ابو موسیٰ فرماتے ہیں - وہ ایک مرتبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں تشریف لے گئے ہیں - آپ بھی پیچھے چلے گئے - حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چاہ اریس کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے تشریف فرما ہیں - جناب ابو موسیٰ باغ کے دروازہ پر بحیثیت دربان بیٹھ گئے -

تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر حاضر ہوئے - ابوموسیٰ سرکار سے عرض کرتے ہیں - حضور! صدیقؓ حاضر ہیں - اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں - فرمایا ، انہیں بلا لو اور جنت کی بشارت بھی دے دو - اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ و عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر بلایا اور جنت کی بشارت دی - ابن عساکر نے محمد بن عبداللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے

ایک مرتبہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا دونوں شہزادوں کو لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کی -

"اغلهما يا رسول الله" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کچھ عطا فرمائیے)- "قال نعم" فرمایا - ہاں - "اما الحسن

Marfat.com

فقد نحلته حلمی وھیبتی" (حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی) ۔ " و اما الحسین فقد نحلته نجدتی و جودی" (اور حسین کو اپنی شجاعت اور کرم بخشا) ۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو دس منٹ تو کیا احاطہ کریں گے دس گھنٹے بھی نا کافی ہیں ۔ آخر میں یہ بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے نزدیک صفات کے ذکر سے حضور علیہ السلام کا تعارف نہیں ہوا ۔بلکہ صفات کا تعارف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے وابستگی کے بعد ہوا ۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے صفات وابستہ نہ ہوتیں تو انہیں کون جانتا تھا ۔

میں سخاوت کے عنوان پر کچھ عرض کر کے حضور علیہ السلام کے مقامات میں ترقی کا باعث نہیں بنا ۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذکر سخاوت نے میرے مقالہ کو زینت بخشی ہے ۔

ما ان مدحت محمد ابمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد

وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ سید الانبیاء محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین ۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com